اصول حدیث
محمد حنیف خاں رضوی بریلوی
امام احمد رضا اکیڈمی رجسٹرڈ
صالح نگر، بریلی شریف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قیدوا العلم بالکتاب (المستدرک)

اصول حدیث

تالیف

محمد حنیف خاں رضوی بریلوی
صدرالمدرسین جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف

ناشر

امام احمد رضا اکیڈمی

صالح نگر، رامپور روڈ، بریلی شریف

سلسلہ اشاعت.......................................(۷)

نام کتاب.......................................اصول حدیث

نام مؤلف.......................................محمد حنیف خاں رضوی بریلوی

کمپوز ڈسیٹنگ.......................................محمد شمس الدین برکاتی، محمد عفیف رضا خاں برکاتی

تعداد.......................................(۱۱۰۰)

سنہ اشاعت.......................................(۱۴۲۷ھ/۲۰۰۶ء)

ہدیہ.......................................

ملنے کے پتے

کتب خانہ امجدیہ مٹیا محل جامع مسجد دہلی

فاروقیہ بک ڈپو مٹیا محل جامع مسجد دہلی

رضوی کتاب گھر مٹیا محل جامع مسجد دہلی

اسلامک پبلشر مٹیا محل جامع مسجد دہلی

اعلیٰ حضرت دار الکتب نو محلّہ مسجد بریلی شریف

قادری کتاب گھر نو محلّہ مسجد بریلی شریف

برکاتی بک ڈپو نو محلّہ مسجد بریلی شریف

پیش لفظ

باسمہ تعالیٰ و تقدس

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے لے کر ہم تک آپ کے فرمودات عالیہ کس طرح پہونچے، اور جو حضرات اس علم کو ہم تک پہونچانے کے لئے واسطہ بنے وہ کس حیثیت اور مقام ومرتبہ کے حامل تھے، اس کی تفصیل کے لئے علمائے کرام نے ایک علم وضع کیا جس کو اسمائے رجال کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے، اس علم کی وسعت کا عالم یہ ہے کہ فقہا ومحدثین کو اس علم کی تدوین کے لئے تقریبا دس لاکھ راویان حدیث کی سوانح مرتب کرنا پڑی۔

پھر جرح وتعدیل کے اصول وضوابط، راویان حدیث آپسی میل ملاپ، اور تعلق ونسبت کی نوعیت کو جانچا اور پرکھا گیا۔ اس طرح حدیث کو اس کے راویوں کی طرف نگاہ کرتے ہوئے کسی نا کسی نام سے موسوم کیا گیا۔ اور جب یہ چھان بین کر کے مراتب حدیث متعین ہو گئے تو اب انہیں اصول کی روشنی میں یہ طے پایا کہ ثبوت روایت کے اعتبار سے جب سب کا پلہ یکساں نہیں تو پھر ان احادیث سے مستخرجہ مسائل اور ان کے احکام میں بھی برابری نہیں ہوسکتی۔

لہذا ایسے علم حدیث کا نام اصول حدیث رکھا گیا، چنانچہ اب حدیث کے قاری کو یہ جاننا ضروری ہے کہ کونسی حدیث کس مرتبہ کی ہے، تاکہ استنباط مسائل میں اس سے کوئی غلطی صادر نہ ہو۔

ظاہر ہے کہ قرآن کریم کا ہر حکم بمنزلہ فرض نہیں ہوتا بلکہ قرآن کریم میں بسا اوقات

احکام الٰہی اباحت اور استحباب وغیرہ پر بھی مشتمل ہوتے ہیں۔ پھر احادیث میں کہ میں تو بدرجہ اولیٰ ایسا ہوگا، کیونکہ یہاں تو اس کے ثبوت وعدم ثبوت سے بھی بحث ہے، جب کہ قرآن قطعی الثبوت ہے اور اس کی نقل وروایت میں کسی طرح کا کوئی شک وشبہ نہیں، اور یہاں باب حدیث میں اولا ثبوت وعدم ثبوت کا قضیہ درپیش ہوتا ہے، جب سند کی تنقیح ہو جاتی ہے تو پھر اس کے معنی سے بحث ہوتی ہے۔

لہذا علم حدیث میں ثبوت وعدم سے بحث کا مطلب الفاظ کی حفاظت ہے اور محدثین کرام کا اصل وظیفہ یہی ہے جب کہ مجتہدین کا مقصود نظر احکام شرعیہ کا استنباط واستخراج ہے۔ اسی لئے طلبۂ حدیث پر اولا طرق حدیث کی معرفت لازم ہے۔ لہذا زیر مطالعہ کتاب کو از اول تا آخر عمیق نگاہ سے ملاحظہ فرمائیں۔ ایجاز واختصار کے ساتھ راقم نے طالبان علوم دینیہ کے لئے یہ جواہرات غالیہ چن چن جمع کردیئے ہیں جن کے ذریعہ اصول حدیث میں من وجہ بصیرت حاصل ہوسکتی ہے۔

مولیٰ تعالیٰ ہم سب کو توفیق خیر سے نوازے اور دارین کی سعادتوں سے سرفراز فرمائے۔ آمین یا رب العالمین بجاہ النبی الامی الکریم علیہ التحیۃ والتسلیم۔

محمد حنیف خاں رضوی

خادم الطلبہ جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف

مورخہ ۱۷ محرم الحرام ۱۴۲۷ھ

۱۶ فروری ۲۰۰۶ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حدیث

علم حدیث کی اصولی طور پر دو قسمیں ہیں۔

☆علم حدیث باعتبار روایت ☆علم حدیث باعتبار درایت
(علم حدیث) (علم اصول حدیث)

ہر علم وفن کیلئے بطور مبادی آٹھ امور ذکر کئے جاتے ہیں جن کے ذریعہ طالب فن کو من وجہ بصیرت حاصل ہو جاتی ہے اور اس علم کا حصول آسان ہو جاتا ہے۔ انکو اصطلاح فن میں رؤس ثمانیہ کہتے ہیں۔ ان کا اجمالی خاکہ یوں ہے۔

۱۔ تعریف ۲۔ موضوع ۳۔ غرض وغایت ۴۔ وجہ تسمیہ
۵۔ مؤلف ۶۔ اجناس ۷۔ مرتبہ ومقام ۸۔ تقسیم وتبویب

لیکن ہم مسلمانوں کیلئے ایک نواں امر جاننا بھی ضروری ہے اور وہ ہے اسکا شرعی حکم۔
اس اجمال کی قدرے تفصیل ملاحظہ کریں۔ واضح رہے کہ یہ تفصیلات قسم اول کی بیان کی جائیں گی اور اسکے بعد دوسری قسم کا بیان ہوگا۔

۱۔ تعریف:

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اقوال، افعال اور تقریرات کا نام ہے۔
تقریر کا مطلب یہ ہے کہ حضور کا کسی کام کو ہوتے دیکھنا، یا کسی چیز کی خبر آپ تک پہونچنا جبکہ اسکا متعلق مسلمان ہے پھر اس کام پر سکوت فرمانا بھی حدیث کے تحت داخل ہے۔
ہاں جو چیزیں احوال سے متعلق ہیں تو ان میں یہ تفصیل ہے کہ اگر وہ اختیاری ہیں تو

افعال میں داخل۔ اور غیر اختیاری ہیں جیسے حلیۂ مبارکہ، واقعات ولادت وغیرھا تو اس سے کوئی حکم شرعی ثابت نہیں ہوتا۔ اہل فقہ کے نزدیک یہ ہی تعریف مشہور ہے اور انکے فن سے یہ ہی متعلق ہے۔

ہاں علمائے حدیث نے مطلق احوال کو بھی حدیث میں شمار کیا کہ یہ انکے فن کے موافق ہے۔ لہذا سیرت مبارکہ کے تمام پہلو اس میں داخل ہیں۔

صحابہ و تابعین کے اقوال و افعال کو بھی تبعاً حدیث میں شمار کیا جاتا ہے بلکہ صحابہ کرام کی تقریرات بھی اسی زمرہ میں شامل ہیں۔

۲۔ موضوع۔ موضوع کے ذریعہ فن ممتاز ہوتا ہے اور فن کی عظمت و شرافت باعتبار موضوع ہوتی ہے۔ لہذا یہاں علم حدیث کا موضوع حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات ہے اس حیثیت سے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔

۳۔ غرض و غایت

جب کسی علم کا ثمرہ و نتیجہ معلوم ہو جاتا ہے تو انسان اسی اعتبار سے اس علم کی طرف رغبت کرتا ہے یا اس سے اعراض۔

علم حدیث کے حصول سے مقصد چند ہیں:

۱۔ ان فضائل و خصائل کا حصول جو حاملین حدیث کیلئے حضور نے ارشاد فرمائے۔

۲۔ قرآن عظیم کے مجمل احکام کی توضیح و تبیین۔

۳۔ کلام محبوب ہے لہذا اس کلام سے حلاوت و لذت کا حصول۔

۴۔ حضور اور صحابہ کرام کی اتباع اور پیروی۔

ان سب کا مرجع و مآل واحد ہے اور وہ یہ ہے کہ سعادت دارین حاصل کرنا۔

۴۔ وجہ تسمیہ: باعتبار لغت حدیث قدیم کا مقابل ہے۔ نیز اسکا استعمال ہر خبر کیلئے ہوتا ہے خواہ قلیل ہو یا کثیر۔ کیونکہ اسکا ظہور تھوڑا تھوڑا ہوتا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے شرح بخاری میں فرمایا:

عرف شرع میں حدیث اس کو کہتے ہیں جو حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہو۔ گویا یہ قرآن کریم کے مقابل ہے کہ وہ کلام اللہ ہے اور قدیم۔ اور یہ کلام رسول ہے اور حادث یا حدیث۔

۵۔ مؤلف۔ یہ دو طرح ہوتے ہیں۔ مؤلف فن، مؤلف کتاب۔

چونکہ یہاں کسی خاص کتاب کا تعارف مقصود نہیں بلکہ مطلق علم حدیث کو ذکر کرنا ہے لہذا مؤلف فن یعنی جن حضرات نے اس فن کو ایجاد کیا ان کی تفصیل بیان کرنا۔ اس کی تفصیل ہماری کتاب حفاظت حدیث میں ملاحظہ کریں کہ صحابہ کرام نے اس علم کی حفاظت اپنے عمل و کردار سے کی اور روایت کر کے علم حدیث دوسروں تک پہونچایا۔

۶۔ اجناس۔ علوم کی تفصیل مختلف اجناس، حیثیات اور اعتبارات سے کی جاتی ہے۔

مثلاً علم کی تقسیم کبھی باعتبار نقل و عقل ہوتی ہے کہ یہ علم عقلی ہے یا نقلی۔ لہذا کہا جائے گا کہ علم قرآن و حدیث نقلی ہیں اور منطق و فلسفہ عقلی۔

کبھی باعتبار اصل و آلہ ہوتی ہے۔ یعنی یہ علم اصل ہے یا آلی۔ لہذا کہا جاتا ہے کہ علم حدیث اصلی ہے اور نحو و صرف علوم آلی۔

اور کبھی شرعی و غیر شرعی اعتبار سے، جیسے علم حدیث شرعی علوم سے ہے اور علم سحر غیر شرعی لہذا خلاصہ کلام یہ نکلا کہ علم حدیث کی جنس نقلی اصلی شرعی ہے۔

۷۔ مرتبہ و مقام۔ مرتبۂ علم حدیث کے دو اعتبار ہیں۔

ا۔ باعتبار فضیلت۔ ۲۔ باعتبار تعلیم

باعتبار فضیلت تو یہ دوسرے مقام پر ہے۔ اول مرتبہ علم قرآن کا ہے۔ اور باعتبار تعلیم درس نظامی میں اسکا مرتبہ آخری ہے کہ سب سے آخر میں اسی علم کو پڑھایا جاتا ہے۔

۸۔ تقسیم و تبویب:

جس طرح کتابوں میں تقسیم و تبویب ہوتی ہے اسی طرح علم کی بھی تقسیم و تبویب ہوتی ہے۔ لہذا حدیث کے آٹھ ابواب ہے۔

۱۔عقائد۔ ۲۔احکام۔ ۳۔تفسیر۔ ۴۔ تاریخ۔

۵۔رقاق۔ ۶۔ آداب۔ ۷۔مناقب۔ ۸۔فتن۔

یعنی ہر حدیث کے لئے ضروری ہے کہ وہ ان آٹھوں ابواب میں سے کسی ایک میں داخل ہو۔ جو کتاب ان آٹھوں ابواب پر مشتمل ہوگی اسکو جامع کہا جائے گا۔

۹۔حکم شرعی:

علم حدیث کا حکم شرعی یہ ہے کہ جس مقام پر صرف ایک مسلمان ہو اس کے لئے علم حدیث کا پڑھنا واجب عین اور ایک جماعت آباد ہو تو واجب کفایہ ہے۔ یہ ہی حکم علم فقہ سے متعلق ہے کہ احادیث کی تفصیل تبیین فقہ پر ہی موقوف ہے۔

علم اصول حدیث

تعریف: ایسے قواعد کا علم جس کے ذریعہ سند و متن کے وہ احوال معلوم ہوں جن سے حدیث کے مقبول ومردود ہونے کا فیصلہ ہو سکے۔

موضوع۔ سند و متن بحیثیت رد و قبول۔

اس کے تحت حسب ذیل مباحث خاص اہمیت کے حامل ہیں۔

۱۔ نقل حدیث کی کیفیت وصورت۔ نیز یہ کہ وہ کس کا فعل وتقریر ہے۔

۲۔ نقل حدیث کے شرائط۔ ساتھ ہی یہ بھی کہ نقل کی کیا کیفیت رہی۔

۳۔ اقسام حدیث باعتبار سند و متن۔

۴۔ احکام اقسام حدیث۔

۵۔ احوال راویان حدیث۔

۶۔ شرائط راویان حدیث۔

۷۔ مصنفات حدیث۔

۸۔ اصطلاحاتِ فن۔

غایت: حدیث مقبول کا مردود سے امتیاز۔

اس علم کے اصول وقواعد کا بعض حصہ تو قرآن وحدیث سے مستنبط ہے۔حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد پاک اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے قرن خیر میں بھی اس پر عمل رہا ہے۔

مثلاً ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یاایھا الذین امنوا ان جاء کم فاسق بنبأ فتبینوا ۔ (۱)

نیز اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

نضر اللہ عبدا سمع مقالتی فوعاھا ثم بلغھا عنی ، فرب حامل فقه غیر فقیه ، فرب حامل فقه الی من ھو افقه منه ۔ (۲)

اللہ تعالیٰ اس بندے کو خوش رکھے جس نے میری حدیث سن کر محفوظ کی ، پھر اسے دوسروں تک پہونچایا، کیونکہ بہت لوگ فقہ کی باتیں جانتے ہیں لیکن خود فقیہ نہیں ہوتے ،اور بہت لوگ وہ ہیں کہ دوسروں سے بیان کرتے ہیں جو زیادہ فقیہ ہوتے ہیں۔

لہذا نقل وروایت کا کام عہد رسالت ہی میں شروع ہو چکا تھا جیسا کہ آپ پڑھ چکے۔ البتہ باقاعدہ علم وفن کی حیثیت اس نے بعد میں اختیار کی جیسا کہ دوسرے علوم وفنون کے ساتھ ہوا۔

یہی وجہ ہے کہ حضرات صحابہ وتابعین بالعموم سند سے سوال نہیں کرتے تھے جیسا کہ ابن سیرین نے فرمایا۔مگر جب دور فتن آیا اور جعلی اقوال حضور کی طرف منسوب کئے جانے لگے تو اب ضرورت پیش آئی کہ سند سے بھی تعرض کیا جائے اور احوال رواۃ کی چھان بین ہو۔لہذا اہل علم و عمل ، صاحب تقوی وطہارت اور سب سے بڑھکر اہل سنت کی روایت کو قبول کیا جانے لگا اور باقی پر جرح وتنقید شروع ہوئی یہاں تک کہ ناقلین حدیث کے اخلاق وکردار، عادات واطوار، اور سوانح وسیرت سے بحث کی جانے لگی، آخر کار وہ علوم وفنون سامنے آئے جن سے رواۃ کے حالات زندگی، علمی مقام ومرتبہ اور مذہب ومسلک کا تعین کیا جاسکے،ان کی مدد سے حدیث کے

اتصال، انقطاع، ارسال وتدلیس وغیرہ کی اصطلاحات وضع کی گئیں پھر مزید توسیع ووضاحت کے ساتھ تحصیل ونقل کی صورتیں، شرائط وآداب روایت کو بیان کیا جانے لگا امت مسلمہ کے محققین نے اس بارے میں خوب خوب تحقیقات کیں، لیکن یہ تمام تفصیلات اولاً زبانی اور مجلسوں کی بحث وتکرار تک ہی محدود تھیں۔ اور دوسری صدی کے نصف تک ان تمام اصول وقواعد کو سیکھنے سکھانے کا کام اپنی اپنی یادداشت سے لیا جاتا تھا۔ تحریر وکتابت کے ذریعہ مدون اور ضبط کرنے کی ضرورت محسوس نہ کی گئی، البتہ دوسرے علوم مثلاً حدیث وفقہ اور اصول فقہ کی کتابوں کے ضمن میں انکو بیان کیا جاتا تھا، دوسری اور تیسری صدی میں یہی طریقہ رائج رہا، پھر جیسے جیسے سلطنت اسلامیہ میں توسیع ہوتی جاتی علوم اسلامیہ میں بھی وسعت کے سامان پیدا ہوتے جاتے تھے آخرکار اس علم اصول حدیث پر بھی مستقل کتابیں تصنیف کی جانے لگیں۔

سب سے پہلی کتاب اس فن میں مستقل قاضی ابو محمد حسن بن عبدالرحمٰن رامہرمزی متوفی ۳۶۰ھ نے بنام "المحدث الفاضل بين الراوی والواعی" تصنیف کی۔ (۳)

اسکے بعد علماء اور ائمہ نے اس فن پر خوب خوب طبع آزمائی کی اور متون وشروح اور حواشی کا سلسلہ چل پڑا جو تاہنوز جاری ہے۔

اس فن کی ایجاد کا سہرا حضرات صحابہ میں حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت انس بن مالک، اور ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ کے سر بندھتا ہے۔

پھر اکابر تابعین میں انہیں کی اتباع میں اسکو آگے بڑھانے والے امام عامر شعبی، سعید بن مسیب، ابن سیرین، امام زہری، امام عمرو بن حزم اور اصاغر تابعین میں امام شعبہ، امام اعمش، امام اعظم ابوحنیفہ اور امام معمر ہیں۔ انکے بعد امام مالک، امام ابن مبارک، ابن عیینہ، یحیی بن سعید قطان، علی بن مدینی، ابن معین، احمد بن حنبل، سفیان ثوری۔ پھر امام بخاری، امام مسلم، امام ابوزرعہ رازی، امام ابوحاتم اور امام ترمذی وامام نسائی وغیرہ ہیں۔

اس فن میں لکھی جانے والی کتابوں کی مختصر فہرست یوں ہے۔

۱۔ المحدث الفاضل بين الراوی والواعی لابی محمد حسن الرامهرمزی۔ ۲۶۰م

٢۔معرفة علوم الحديث لا بی عبد الله محمد بن عبد الله الحاكم النيشابوری ، م٤٠٥

٣۔المستخرج على معرفة علوم الحديث لا بی نعيم احمدا لا صبحانی ، م٤٣٠

٤۔الكفاية فی علم الرواية لا بی بكر احمد الخطيب البغدادی ، م٤٦٣

٥۔الالماع الى معرفة اصول الرواية و تقييد السماع للقاضی عياض، م٥٤٤

٦۔ مالايسع المحدث جهله لا حفص عمر الميانجی م٥٨٠

٧۔ علوم الحديث المعروف بمقدمة ابن الصلاح لا بی عمر و عثمان الشهرزوری ، م٦٦٣

٨۔ التقريب والتيسير لمعرفة سنن البشير والنذير لمحی الدين يحی النودی/ م٦٧٦

٩۔ تدريب الراوی فی شرح تقريب النواوی لعبد الرحمن جلال الدين السيوطی ، م٩١١

١٠۔نظم الدرر فی علم الاثر لعبد الرحيم زين الدين العراقی ، م٨٠٦

١١۔ فتح المغيث فی شرح الفية الحديث لمحمد بن عبد الرحمن السخاوی ، م٩٠٢

١٢۔نخبة الفكر فی مصطلح اهل الاثر لا بن حجر العسقلانی ، م٨٥٢

١٣۔ نزهة النظر فی شرح نخبة الفكر لا بن حجر العسقلانی ، م٨٥٢

١٤۔امعان النظر فی شرح نزهة النظر للقاضی محمد اكرم السندهی م١١٠٠

١٥۔ توضيح الافكارلمحمد بن اسمعين المعروف بامير يمانی، م١١٨٢

١٦۔توجيه النظر للشيخ طاهرالجزائری ، م١٣٣٧

١٧۔ فقه الاثر لرضی الدين بن حنبل الحنفی ،

اصطلاحات فن

خبر

تعریف: اس سلسلہ میں تین اقوال ہیں۔

ا۔ یہ حدیث کے مرادف وہم معنی ہے۔ عام علمائے فن کے نزدیک یہ قول ہی زیادہ

پسندیدہ ہے۔

۲۔ حدیث کا مقابل۔ یعنی اس سے وہ امور مراد ہوتے ہیں جو حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علاوہ کسی دوسرے سے منقول ہوں۔

۳۔ حدیث سے عام۔ یعنی ہر منقول چیز خواہ حضور سے منقول ہو یا غیر سے۔

بعض نے اس طرح بھی فرق بیان کیا ہے کہ جو حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ و تابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے مروی ہو اسکو حدیث کہتے ہیں، اور ملوک وسلاطین اور ایام گزشتہ کی حکایات کو خبر کہا جاتا ہے۔ لہذا جو سنت کے ساتھ مشغلہ رکھتا ہے اسکو محدث کہتے ہیں، اور جسکا مشغلہ تاریخ ہو اسکو اخباری کہتے ہیں۔

خبر میں اصولاً دو طرح کی تقسیم جاری ہوتی ہے:۔

۱۔ باعتبار مصدر و مدار۔ یعنی اس ذات کے اعتبار سے جس سے وہ منقول ہے۔

۲۔ باعتبار نقل۔ یعنی اس اعتبار سے کہ نقل در نقل ہم تک کس طرح پہونچی۔

اقسام خبر باعتبار مدار و مصدر

اس اعتبار سے خبر کی چار اقسام ہیں۔

☆ حدیث قدسی۔ ☆ مرفوع۔ ☆ موقوف۔ ☆ مقطوع۔

پہلی تین اقسام کی باعتبار سند دو دو قسمیں ہیں۔

متصل۔ منقطع۔

مقطوع کو علی الاطلاق متصل نہیں کہتے بلکہ قید کے ساتھ یوں کہا جاتا ہے:

هذا متصل الى سعيد بن المسيب ،او الى الزهرى ، او الى مالك۔

حدیث قدسی: وہ حدیث جس کے راوی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہوں اور نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو۔

حدیث قدسی اور قرآن کریم میں متعدد وجوہ سے فرق ہے۔

۱۔ قرآن کریم کے الفاظ و معانی دونوں من جانب اللہ ہوتے ہیں، برخلاف حدیث قدسی کہ اس میں معانی اللہ عزوجل کی جانب سے اور الفاظ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے۔

۲۔ قرآن کریم کے لئے تواتر شرط ہے حدیث قدسی کیلئے نہیں۔

۳۔ قرآن کریم کلام معجز ہے کہ کوئی مخلوق اسکی نظیر پیش نہیں کرسکتا۔

۴۔ قرآن کریم کا منکر کافر ہے، حدیث قدسی کا نہیں جب تک تواتر سے ثابت نہ ہو۔

مثال:ان اللہ تعالیٰ یقول :ان الصوم لی و انا اجزی بہ ۔ (۵)

بیشک اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: بیشک روزہ میرے لئے ہے، اور میں اس کی جزا دوں گا۔

مرفوع: وہ حدیث ہے جو حضور سید عالم صل اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہو، خواہ قول ہو یا فعل، تقریر ہو یا حال۔

کسی حدیث کا رفع ثابت کرنے کیلئے سند مذکور ہو یا غیر مذکور، ناقص ہو یا کامل، صحابی ہوں یا تابعی، وغیرہ کوئی بھی بیان کریں بہرحال وہ حدیث مرفوع ہی رہے گی۔

یہ اور مسند ہم معنی ہیں، لہذا ان دونوں کا اطلاق متصل، منقطع اور مرسل وغیرہا سب پر ہوتا ہے، بعض حضرات کا کہنا کہ مسند کا اطلاق صرف متصل پر ہی ہوتا ہے، ہاں جن محدثین نے مرفوع کو مرسل کا مقابل قرار دیا ہے وہ مرفوع متصل ہی مراد لیتے ہیں۔(۶)

مرفوع کی اصولی طور پر دو قسمیں ہے:

☆حقیقی ☆حکمی

مرفوع حقیقی: ۔وہ حدیث جو صراحۃً حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہو۔

اسکی چار قسمیں ہیں:

☆قولی ☆فعلی ☆تقریری ☆وصفی

قولی: وہ حدیث جو بذریعہ قول بیان کی جائے، یونہی وہ حدیث جو قول کے بجائے ان الفاظ سے بیان کی جائے جو اسکا مفہوم ادا کریں۔

جیسے:۔ امر، نہی، قضی، حکم، وغیرھا۔

فعلی:۔فعل یا عمل کے ذریعہ بیان کردہ وہ حدیث، یونہی ان الفاظ سے جو مختلف افعال واعمال کی طرف مشیر ہوں۔

جیسے:۔ توضأ، صلی، صام، حج، اعتکف، وغیرھا۔

تقریری:۔حضور کی مجلس میں کوئی کام کسی مسلمان سے صادر ہوا اور آپ نے انکار نہ فرمایا۔

وصفی:۔حضور کے اوصاف وحالات کا ذکر جن احادیث سے ثابت ہو۔

مرفوع حکمی:

جو حدیث بظاہر حضور کی طرف منسوب نہ ہو لیکن کسی خاص وجہ کے سبب اس پر حکم رفع لگایا جائے۔وجوہ رفع میں بعض یہ ہیں:۔

۱۔ کوئی صحابی جو صاحب اسرائیلیات نہ ہوں ان کا ایسا قول جس میں اجتہاد وقیاس کو دخل نہ ہو، نہ لغت کا بیان مقصود ہو اور نہ کسی لفظ کی شرح ہو، بلکہ جیسے گزشتہ (ابتدائے آفرینش) اور آئندہ (احوال قیامت) کی خبر یا کسی مخصوص جزاءوسزا کا بیان ہو۔

۲۔ کسی صحابی کا ایسا فعل جس میں اجتہاد کی گنجائش نہ ہو۔
جیسے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کا نماز کسوف میں دو سے زائد رکوع کرنا۔

۳۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس کی طرف کسی کام کی نسبت کرنا،
جیسے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا فرمان:۔

کنا نعزل علی عھد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم۔

ان دونوں صورتوں میں ظاہر یہ ہی ہے کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس فعل پر مطلع تھے اور اس فعل کے جواز پر وحی آچکی تھی۔

۴۔ فعل مجہول کے ذریعہ کسی چیز کو بیان کرنا۔

جیسے: امرنا بکذا۔ و نھینا بکذا۔

۵۔ یا راوی یوں کہے، "من السنۃ کذا" کہ اس سے بھی بظاہر سنت نبوی مفہوم ہوتی ہے، اگرچہ احتمال یہ بھی ہے کہ خلفائے راشدین کی سنت یا دیگر صحابہ کا طریقہ مراد ہو۔

۶۔ کوئی صحابی کسی آیت کا شان نزول بیان کرے۔(۷)

موقوف:

وہ حدیث جو صحابی کی طرف منسوب ہو خواہ قول و فعل ہو یا تقریر۔ بیان کرنے والے صحابی ہوں یا غیر صحابی، سند مذکور ہو یا نہیں۔

اگر سند مذکور اور صحابی تک متصل ہو تو اسکو موقوف موصولی یا متصل کہتے ہیں، اور کبھی غیر صحابی کی حدیث کو بھی موقوف کہا جاتا ہے۔ لیکن اسکا استعمال قید کے ساتھ ہوگا۔ مثلاً یوں کہیں گے:

حدیث کذاو کذاو قفة فلان علی عطاء او علی طاؤس او نحوھذا۔

فقہائے خراسان کی اصطلاح میں موقوف کو اثر اور مرفوع کو خبر کہا جاتا ہے۔(۸)

اس کی تین قسمیں ہیں:۔

☆قولی ☆فعلی ☆تقریری

قولی: جیسے۔قال علی بن ابی طالب کرم اللہ تعالیٰ وجھه الکریم: حدثوا الناس بما یعرفون۔(۱)

لوگوں سے وہ چیزیں بیان کرو جسکے وہ متحمل ہوسکیں۔

فعلی:۔ جیسے۔ ام ابن عباس وھو متیمم۔(۹)

حضرت ابن عباس نے حالت تیمم میں امامت فرمائی۔

تقریری: صحابی کے سامنے کوئی کام کسی مسلمان نے کیا اور انہوں نے سکوت فرمایا۔

حکم:

یہ کبھی مقبول ہوتی ہے اور کبھی غیر مقبول۔ اگر یہ حکما مرفوع ہے تو قابل احتجاج ہوگی، اور

محض موقوف تو احادیث ضعیفہ میں تقویت کا کام دے گی اور غیر اختلافی امور میں حجت بھی قرار دی جائے گی۔ ہاں اختلافی امور میں بایں معنی اعتبار ہوگا کہ اس کے علاوہ اور مقابل کسی رائے اور قیاس کو دخل نہیں دیا جائے گا۔

مقطوع:۔ جو قول وفعل کسی تابعی کی طرف منسوب ہو۔

اسکی دو قسمیں ہیں

☆قولی ☆ فعلی

قولی:۔ جیسے حضرت امام حسن بصری تابعی کا قول:۔

صل و علیه بدعته، (۱۰)

نماز پڑھ لیا کرو اسکی بدعت اسی پر پڑے گی۔

فعلی:۔ جیسے ابراہیم بن محمد بن منتشر کا بیان:۔

کان مسروق یرخی السترینه و بین اهله و یقبل علی صلاة و یخلیهم و دنیاهم، (۱۱)

حضرت امام مسروق اپنے اہل وعیال کے درمیان پردہ ڈال کر نماز میں مشغول ہو جاتے اور انکو انکی دنیا میں مشغول چھوڑ دیتے۔

حکم:۔ کسی سند سے مرفوع ثابت ہوئی تو مرفوع مرسل کے حکم میں ہوگی، اور موقوف کا درجہ حاصل کرنے کے لئے بعض احناف نے فرمایا کہ تابعی عہد صحابہ میں انکی نگرانی میں افتاء کا کام کرتا رہا ہو اور ان کا معتمد ہو تو اسکو موقوف کی حیثیت حاصل ہوگی، اسکو منقطع بھی کہا جاتا ہے۔ (۱۲)

متصل: وہ حدیث مرفوع یا موقوف جسکے تمام رواۃ مذکور ہوں۔

مرفوع متصل:۔ مالك عن ابن شهاب عن سعيد بن المسيب عن ابی هريرة ان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم نعى النجاشى للناس فى اليوم الذى مات فيه وخرج بهم الى المصلى فصف بهم و كبر اربع تكبيرات۔ (۱۳)

حضور اکرم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شاہ حبشہ حضرت نجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کے انتقال کی خبر صحابہ کرام کو سنائی اور ایک میدان میں جا کر انکی نماز ادا کی۔

اس حدیث کی سند متصل ہے اور حدیث مرفوع۔

موقوف متصل:۔ مالك عن نافع ان عبد الله بن عمر قال :يصلي على الجنازة بعد العصر و بعد الصبح اذا صليتما لوقتها۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: نماز جنازہ نماز عصر و فجر کے بعد بھی پڑھی جاسکتی ہے۔

اس حدیث کی سند متصل اور حدیث موقوف۔

منقطع: وہ حدیث مرفوع یا موقوف جسکے بعض رواۃ سند سے ساقط ہوں۔

واضح رہے کہ منقطع تین معنی پر بولا جاتا ہے۔

۱۔ حدیث مقطوع جو کسی تابعی کا قول وفعل ہو۔کمامر

۲۔ متصل مقطوع کا مقابل کہ سند سے کوئی راوی ساقط ہو،ایک خواہ زیادہ، مسلسل یا متفرق۔

۳۔ دوسرے معنی پر بولا جانے والا منقطع مقسم ہے اور یہ اسکی ایک قسم۔

اقسام خبر باعتبار نقل

سلسلۂ سند کے اعتبار سے ہم تک پہونچنے والی احادیث کی دو قسمیں ہیں۔

☆ متواتر ☆ غیر متواتر

تعریف:۔ جس حدیث کے راوی ہر طبقہ میں اتنے ہوں کہ ان کا جھوٹ پر اتفاق کر لینا محال عقلی بھی ہوا اور عادی بھی ، نیز مضمون حدیث حسیات سے متعلق ہو عقلی قیاسی نہ ہو۔ اسکو متواتر اسنادی بھی کہتے ہیں۔(۱۴)

☆ الفاظ متحد ہوں تو متواتر لفظی بھی کہا جاتا ہے۔

☆ معنی متواتر ہوں الفاظ نہیں تو متواتر معنوی اور متواتر قدر مشترک کہتے ہیں۔

☆ کبھی ایک بڑی جماعت کے ہر قرن میں عمل کی بنیاد پر بھی تواتر کا حکم لگتا ہے، اسکو متواتر عملی کہا جاتا ہے۔

☆ کبھی دلائل متواتر ہوتے ہیں تو اسکو متواتر استدلالی کہتے ہیں۔

مثال متواتر اسنادی:۔ من کذب علی متعمدا فلیتبوّا مقعدہ من النار۔(۱۵)

جوشخص قصداً میری طرف جھوٹ منسوب کرے اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔

☆ امام ابن صلاح نے کہا: اس حدیث کو ۶۲ صحابہ کرام نے روایت کیا۔ نیز فرمایاؒ اسکی سند میں تمام عشرۂ مبشرۃ بھی ہیں، اس حدیث کے علاوہ کسی دوسری حدیث میں ان سب کا اجتماع نہ ہوا۔ اور بذات خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرنے والے صحابہ کرام اس کثرت سے کسی دوسری حدیث میں نہیں۔

☆ امام نووی نے فرمایا: تقریباً دوسو صحابہ کرام سے یہ حدیث مروی ہے۔

☆ امام عراقی کہتے ہیں: خاص اس متن کے ساتھ ستر سے زائد صحابہ کرام سے روایت آئی۔

مثال متواتر لفظی:۔ نظم قرآن کریم۔

قرآن کریم عہد رسالت سے آج تک انہیں الفاظ کے ساتھ نقل ہوتا آیا جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نازل ہوا تھا۔ ہر طبقہ میں بے شمار افراد اسکے راوی رہے، لہذا نہ کسی سند کی ضرورت اور نہ کسی اسناد کی حاجت، اسکو متواتر طبقہ کہہ سکتے ہیں۔

مثال متواتر معنوی:۔ کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا رفع فی الدعاء لم یحطھما حتی یمسح بھما وجھہ، (۱٦)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتے تو اس وقت تک نہیں چھوڑتے جب تک چہرہ پر نہ پھیر لیتے۔

اس حدیث سے دعا کے وقت ہاتھ اٹھانے کا ثبوت ملتا ہے، اس سلسلہ میں ایک سو کے قریب احادیث ہیں جن میں مختلف مواقع پر دعا کے لئے ہاتھ اٹھانے کا ذکر ہے، الگ الگ کوئی حدیث حد تواتر کو نہیں پہونچی مگر ان کا قدر مشترک مفہوم یعنی دعا کے وقت ہاتھ اٹھانا متواتر ہے۔

اسی باب سے ہے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مطلق معجزہ کا صدور کہ اگر چہ معجزات فرداً فرداً خبر واحد یا خبر مشہور سے ثابت ہوں لیکن جن روایات میں معجزات کا ذکر ہے وہ متواتر ہیں۔

متواتر عملی کی مثال:

وضو میں مسواک، کہ عملاً اگر چہ سنت ہے لیکن اسکی سنیت کا اعتقاد فرض ہے، کیونکہ یہ تواتر عملی سے ثابت شدہ ہے، لہذا اسکی سنیت کا انکار کفر ہوگا۔

اسی قسم سے دن ورات میں پانچ نمازوں کا ثبوت بھی ہے، کہ ہر زمانہ میں اہل اسلام پانچ وقت کی نمازیں پڑھتے آئے اور بالاتفاق تمام مسلمان ان کو فرض جانتے اور مانتے ہیں حتی کہ غیر مسلم بھی اس بات سے واقف ہیں کہ مسلمانوں کے یہاں پانچ وقت کی نماز پڑھی جاتی ہے۔

متواتر استدلالی کی مثال:۔ اجماع، خبر واحد اور قیاس کا حجت شرعی ہونا ایسے دلائل سے ثابت ہے جو شمار میں لاتعداد ہیں اور مختلف مواقع پر مذکور ہیں، یہ الگ الگ تو اگر چہ ظنی ہیں مگر ان کا حاصل ایک ہے۔

حکم: حدیث متواتر علم قطعی یقینی بدیہی کا فائدہ دیتی ہے، راویوں سے بحث نہیں کی جاتی، اسکے مضمون کا انکار کفر ہے۔

تصنیفات فن

اس نوعیت کی متعدد تصانیف معرض وجود میں آئیں۔ بعض حسب ذیل ہیں۔

۱۔ الفوائد المتكاثرة فی الاخبار المتواترة للسيوطی،

۲۔ الازهار المتناثرة فی الاخبار المتواترة للسيوطی،

۳۔ قطف الازهار للسيوطی،

۴۔ نظم المتناثر من الحديث المتواتر للكتانی،

۵۔ اتحاف ذوی الفضائل المشتهرة بما وقع من الزيادات فی نظم المتناثر

علی الازهار المتناثرة لابی الفضل عبد اللہ صدیق۔

تعریف خبر واحد: وہ حدیث جو تواتر کی حد کو نہ پہونچے۔

حکم: ظن غالب کا افادہ کرتی ہے، اور اس سے حاصل شدہ علم نظری ہوتا ہے۔

اسکی دو قسمیں ہیں :

باعتبار نقل   باعتبار قوت وضعف

باعتبار نقل یعنی ہم تک پہونچنے کے اعتبار سے اسکی تین قسمیں ہیں:۔

☆مشہور   ☆عزیز   ☆غریب

خبر مشہور

تعریف:۔ ہر طبقہ میں جسکے راوی تین یا زائد ہوں بشرطیکہ حد تواتر کو نہ پہونچیں، اسکو مستفیض بھی کہتے ہیں۔

بعض کے نزدیک عموم خصوص کی نسبت ہے کہ مستفیض خاص ہے، یعنی جسکے رواۃ ہر زمانہ میں یکساں ہوں برخلاف مشہور، بعض نے اسکے برعکس کہا ہے۔

مشہور فقہاء واصولیین:۔ مشہور کی غیر اصطلاحی تعبیریوں بھی منقول ہے کہ وہ حدیث کہ عہد صحابہ میں ناقل تین سے کم رہے مگر بعد میں اضافہ ہوگیا اور تلقی امت بالقبول سے ممتاز ہوگئی، گویا انکے نزدیک متواتر اور خبر واحد کے درمیان برزخ ہے۔

مشہور عرفی:۔ جو حدیث عوام وخواص میں مشہور ہوئی خواہ شرائط شہرت ہوں یا نہ ہوں۔

یہ محدثین، فقہاء، اصولیین اور عوام کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہے۔

مثال نزد محدثین:۔ قنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شهرا بعد الركوع يدعو على رعل وذكوان۔ (۱۷)

مثال نزد فقہاء:۔ من سئل عن علم فكتمه الجم بلجام من نار۔ (۱۸)

مثال نزد اصولیین:۔ رفع عن امتی الخطاء و النسیان۔ (۱۹)

مثال نزد عوام:۔ اختلاف امتی رحمة۔ (٢٠)

العجلة من الشيطان۔ (٢١)

ليس الخبر كالمعا ينة۔ (٢٢)

حکم:۔ مشہور کے مراتب مختلف ہیں، مشہور اصطلاحی اگر صحیح ہے تو اسکو بعد کی تمام اقسام پر ترجیح حاصل ہوگی۔(۲۳)

تصانیف فن

اس نوع کی احادیث میں مندرجہ ذیل کتب مشہور ہیں:۔

١۔ التذكرة في الاحاديث المشتهرة للزركشي، م ٧٩٤ھ

٢۔ المقاصد الحسنة فيما اشتهر على الالسنة للسخاوى، م ٩٠٢ھ

٣۔ كشف الخفا و مزيل الالباس فيما اشتهر من الحديث على السنة الناس للعجلوني، م١١٢٢

٤۔ تميز الطيب من الخبيث فيما يدورعلى السنة الناس من الحديث للشيباني، م٩٤٤

خبر عزیز

تعریف:۔ وہ حدیث جسکے راوی کسی طبقہ میں دو سے کم نہ ہوں۔

مثال:۔ لا يومن احدكم حتى اكون احب اليه من والده وو لده والناس اجمعين۔(٢٤)

تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن کامل نہیں جب تک اسکے نزدیک میری محبت ماں باپ، اولاد اور تمام لوگوں کی محبت پر غالب نہ ہو۔

اس حدیث مبارک کو صحابہ کرام میں حضرت ابو ہریرہ اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہما

نے روایت کیا۔

پھر بعض تفصیلات یوں ہیں۔

☆ حضرت انس سے قتادہ اور عبدالعزیز نے

☆ حضرت قتادہ سے شعبہ اور سعید نے

☆ حضرت عبدالعزیز سے اسمعیل بن علیہ اور عبدالوارث نے ۔(۲۵)

خبر غریب

اسکی دو قسمیں ہیں:

☆غریب اسنادی ☆ غریب لغوی

تعریف غریب اسنادی:۔کسی ایک طبقہ میں ایک راوی ہو، اسکو فرد بھی کہتے ہیں۔

اسکی بھی دو قسمیں ہیں۔

☆غریب مطلق ☆غریب نسبی

☆فرد مطلق ☆فرد نسبی

انکے بیان کے لئے "تفرد فلاں" اور "اغرب فلاں" کہا جاتا ہے۔

تعریف غریب مطلق:۔سند حدیث کے اولین طبقہ میں تفرد و غرابت ہو۔

مثال اول:۔ انما الاعمال بالنیات۔(٢٦)

اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔

اس حدیث کی اول سند میں حضرت عمر فاروق اعظم تنہا ہیں، یہ حدیث غریب مطلق ان لوگوں کے نزدیک شمار ہوگی جو اولین طبقہ سے مراد صحابہ کرام لیتے ہیں۔

مثال دوم:۔ الایمان بضع و سبعون شعبة و الحیاء شعبة من الایمان۔(٢٧)

ایمان کے ستر سے زیادہ شعبے ہیں، ان میں حیاء بھی ایمان کا ایک شعبہ ہے۔

یہ حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صرف ابوصالح نے اور ابوصالح سے

صرف عبداللہ بن دینار نے روایت کی ہے، لہذا جو حضرات اولین طبقہ سے تابعین مراد لیتے ہیں انکے نزدیک یہ بھی غریب مطلق ہی شمار ہوگی۔

مثال سوم:۔ نهى النبى صلى الله تعالى عليه وسلم عن بيع الولاء و هبته، (۲۸)

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ولاء (یعنی غلام آزاد کرنے کے بعد آقا کا جو حق غلام سے متعلق رہ جاتا ہے) کو بیچنے اور ہبہ کرنے سے منع فرمایا۔

اس حدیث کو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے عبداللہ بن دینار نے تنہا روایت کیا۔

تعریف غریب نسبی:۔ درمیان طبقہ میں غرابت ہو۔

مثال:۔ ان النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم دخل مكة وعلى رأسه المغفر، (۲۹)

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو آپکے مبارک سر پر خود تھا۔ اس حدیث کو امام زہری سے صرف امام مالک نے روایت کیا۔ (۳۰)

حکم:۔ ان احادیث کا حکم بھی مشہور احادیث کی طرح ہے کہ ہر حدیث کا صحیح اور معتمد ہونا ضروری نہیں بلکہ حسب موقع مختلف مراتب ہوتے ہیں۔ بلکہ غرائب پر اکثر جرح ہی ہوتی ہے۔

مندرجہ ذیل کتب میں اکثر و بیشتر احادیث غرائب مذکور ہیں۔

المسند للبزار م ۲۹۲ھ

المعجم الاوسط للطبرانی م ۳۶۰ھ

تصانیف فن

☆ غرائب مالك للدار قطنى م ۳۸۵

☆ الافراد للدارقطنى

☆ السنن التى تفرد بكل سنة منها اهل بلدة لابى داؤد م۲۷۵

غریب لغوی

تعریف: متن حدیث میں کوئی ایسا لفظ آجائے جو قلیل الاستعمال ہونے کی وجہ سے غیر ظاہر ہو۔

یہ فن نہایت عظیم ہے، اس میں نہایت احتیاط اور تحقیق کی ضرورت پیش آتی ہے، کیونکہ معاملہ کلام نبوی کی شرح وتفسیر کا ہے، لہذا کلام الٰہی کی طرح حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کلام کی تشریح وتفسیر بھی محض رائے سے مذموم قرار دی جائے گی۔ حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی لفظ غریب کے بارے میں سوال ہوا تو فرمایا: اس فن کے لوگوں سے پوچھو، مجھے خوف ہے کہ کہیں میں اپنے ظن وتخمین سے کوئی بات کہہ دوں اور غلطی میں مبتلا ہو جاؤں۔

امام ابوسعید اصمعی سے ابوقلابہ نے پوچھا حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمان "الجار احق بسقبة" کے کیا معنیٰ ہیں، فرمایا: میں اپنی رائے سے اس حدیث کی تفسیر نہیں کرسکتا۔ البتہ اہل عرب 'سقب' کے معنیٰ قرب ونزدیکی بیان کرتے ہیں (۳۱)

یہ دونوں واقعے اسی غایت احتیاط کی طرف مشیر ہیں۔

بہترین تفسیر وہ کہلاتی ہے جو خود حضور ہی سے کسی دوسری حدیث میں منقول ہو۔

صل قائما فان لم تستطع فقاعدا فان لم تستطع فعلی جنبْ ۔ (۳۲)

کھڑے ہوکر نماز پڑھو، اور اگر یہ نہ ہوسکے تو بیٹھ کر پڑھو اور اگر یہ نہ ہوسکے تو پہلو پر۔

دوسری روایت جو حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے ہے اس میں حضور نے 'فعلی جنب' کی تفسیر یوں فرمائی، داہنی کروٹ، کے بل قبلہ رخ ہوکر۔

تصانیف فن

- ☆ کتاب نضر بن شمیل، اولین کتاب — م ۲۰۴
- ☆ غریب الحدیث لا بن عبید قاسم بن سلام — م ۲۲۴
- ☆ غریب الحدیث لعبد الله بن مسلم الدینوی — م ۲۲۷

- ☆ النهاية فی غریب الحدیث و الاثر لا بن اثیر م ٦٠٦
- ☆ الفائق لجارالله الزمخشری م ٥٣٨
- ☆ مجمع بحار الانوارلمحمد بن طاهر الهندی م ٩٨٦

فقہاء احناف اور تقسیم مذکور

خبر باعتبار نقل فقہا کے نزدیک قدرے اختلاف کے ساتھ یوں منقول ہے:۔

اولاً باعتبار نقل دو قسمیں ہیں۔

☆ سند ☆ مرسل

مسند: وہ حدیث جو پوری سند کے ساتھ مروی ہو۔

مرسل: جسکے بعض یا کل راوی غیر مذکور ہوں۔

پھر مسند کی تین اقسام ہیں:۔

☆ خبر متواتر ☆ خبر مشہور ☆ خبر واحد

خبر متواتر: تعریف وحکم میں مثل سابق ہے۔

خبر مشہور: عہد صحابہ میں عزیز یا غریب تھی بعدہ حد تواتر کو پہونچ گئی یا بالعموم مشہور ہوگئی۔

حکم:۔ ثبوت وقطعیت میں متواتر سے قریب ہے، اس سے حاصل شدہ علم موجب اطمینان اور انکار گمراہی ہوتا ہے۔

باعتبار ثبوت متواتر و مشہور دونوں بایں معنی مساوی درجہ رکھتی ہیں کہ قرآن کریم میں کوئی حکم اس سلسلہ میں نہ ملے جس مضمون کو یہ بیان کررہی ہیں تو ان کو بھی اسی درجہ میں شمار کیا جائے گا جس درجہ میں آیت کا مضمون ہوتا ہے۔

خبر واحد: وہ حدیث جو کسی عہد میں تواتر اور شہرت کی حد کو نہ پہونچے۔ خواہ راوی ہر دور میں ایک ہو یا چند، خواہ ہر طبقہ میں ایسا ہو یا ایک دو طبقات میں۔

گویا محدثین کے نزدیک عزیز غریب بلکہ بسا اوقات مشہور بھی اسکے تحت آسکتی ہے۔

حکم:۔ لائق احتجاج ہوتی ہے، ظن غالب کا افادہ کرتی ہے، اور چند شرائط کے ساتھ واجب العمل قرار پاتی ہے۔

شرائط آٹھ ہیں:۔

☆ چار باعتبار راوی ☆ چار باعتبار مروی

۱۔ راوی مسلمان ہو، عاقل بالغ ہو، عادل ہو، ضابط ہو۔

۲۔ روایت قرآن کے مخالف نہ ہو۔ متواتر دستور کے خلاف نہ ہو۔

۳۔ کسی ایسے مسئلہ کے مخالف نہ ہو جس سے عوام وخواص سب کا سابقہ پڑتا ہو۔ اور حالات کا تقاضہ ہو کہ وہ سب کے علم میں ہوگی۔

۴۔ صحابہ کرام نے باہمی اختلافات میں اس سے استدلال کیا ہو۔

جیسے راوی سے قولاً یا فعلاً اسی حدیث کی مخالفت ثابت ہو۔ یا فقہاء صحابہ اور ائمہ فقہ و حدیث سے مخالفت ثابت ہو جبکہ قرائن حدیث کا تقاضہ ہو کہ وہ اس حدیث سے ناواقف نہ ہوں گے تو اس پر عمل جائز نہیں۔

اول صورت میں اس کو نسخ پر اور دوسری صورت میں عدم ثبوت اور عدم صحت پر محمول کریں گے۔ جیسے کسی راوی نے اپنی روایت کا اظہار کر دیا تو روایت مقبول نہیں اور انکار رجوع پر محمول ہوگا۔

یہاں ایک بات اور اہم ہے کہ سننے کے بعد سے روایت برابر راوی کے ذہن میں محفوظ ہو۔ ذہول نہ ہو جائے۔ ہاں تحریر میں محفوظ ہے اور تحریر دیکھ کر یاد آ گئی تو اعتبار ہوگا ورنہ نہیں۔ یہ امام اعظم کے نزدیک ہے، امام ابو یوسف فرماتے ہیں، تحریر اپنے پاس ہو یا دوسرے کے پاس لیکن اطمینان ہو تو کافی ہے۔ (۳۳)

اسی انداز کی شرطوں کی وجہ سے اہل تحقیق بیان کرتے ہیں کہ امام اعظم نے احادیث کے رد وقبول کا جو معیار اپنایا تھا وہ عام محدثین سے سخت تر تھا۔ (۳۴)

احاد کی باعتبار قوت وضعف تقسیمات

دو قسمیں ہیں

☆مقبول ☆ مردود

خبر مقبول

تعریف:۔ جس حدیث کا ثبوت راجح ہو۔

اس حدیث کو جید، قوی، صالح، مجود، ثابت، محفوظ اور معروف بھی کہا جاتا ہے۔

حکم:۔ شرعی احکام میں قابل احتجاج اور لائق عمل ہے۔

مقبول میں دو تقسیمات ہیں

باعتبار فرق مراتب باعتبار عمل

تقسیم اول باعتبار فرق مراتب

چار قسمیں ہیں:۔

☆صحیح لذاتہ ☆صحیح لغیرہ ☆حسن لذاتہ ☆حسن لغیرہ

صحیح لذاتہ

جسکے تمام رواۃ عادل ضابط ہوں، سند متصل ہو اور شذوذ وعلت سے خالی ہو۔ گویا صحت کے لئے پانچ شرائط ہیں۔

۱۔ **عدالت راوی:۔** ہر راوی کا مسلمان، بالغ اور عاقل ہونے کے ساتھ ساتھ متقی وبا

وقار ہونا۔

۲۔ **ضبط راوی:**۔ ہر راوی کا حدیث کا حاصل کرنے کے بعد پورے طور پر محفوظ کرنے کا اہتمام کرنا خواہ بذریعہ یادداشت یا بذریعہ تحریر۔

۳۔ **اتصال سند:**۔ شروع سند سے آخر تک ہر راوی اپنے سے اوپر والے سے براہ راست روایت کو حاصل کرے۔

۴۔ **عدم شذوذ:**۔ ثقہ راوی خود سے اوثق کی مخالفت نہ کرے۔

۵۔ **عدم علت:**۔ ظاہر صحت کے ساتھ ایسے خفیہ عیب سے خالی ہو جو صحت پر اثر انداز ہوتی ہے۔

حکم:۔ قابل احتجاج اور واجب العمل ہے۔

مثال:۔ حدثنا عبد الله بن یوسف قال: اخبرنا مالك عن ابن شهاب عن محمد بن جبیر بن مطعم عن ابیه قال: سمعت رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قرء فی المغرب بالطور۔(۳۵)

امام بخاری فرماتے ہیں: حدیث بیان کی ہم سے عبداللہ بن یوسف نے وہ کہتے ہیں: خبر دی ہم کو امام مالک نے امام ابن شہاب زہری سے روایت کرتے ہوئے، وہ روایت کرتے ہیں محمد بن جبیر سے، اور یہ اپنے والد جبیر بن مطعم سے، انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سنا کہ آپ نے نماز مغرب میں سورہ طور کی تلاوت فرمائی۔

یہ حدیث صحیح ہے، سند متصل، رواۃ عادل، اور ضابط اور حدیث شذوذ و علت سے خالی ہے۔

انتباہ:۔ محض احادیث صحیحہ کی جامع کتابوں میں اولین کتب بخاری و مسلم ہیں، دونوں کو صحیحین کہا جاتا ہے، اور مصنفین کو شیخین، پھر ان دونوں میں بھی مجموعی طور پر پہلا مقام بخاری کو حاصل ہے اگرچہ مسلم کی بعض احادیث بخاری پر فائق مانی گئی ہیں۔

پھر یہ مطلب بھی نہیں کہ علی الاطلاق ان دونوں کتابوں کی احادیث صحیح ہیں اور ان

میں کوئی حدیث ضعیف نہیں۔ یا کسی نے کبھی کوئی جرح کی ہی نہیں۔ بلکہ صحت کا حکم باعتبار اغلب ہے۔ اور یہ مطلب بھی نہیں کہ انکے علاوہ دوسری احادیث صحت کے مرتبہ کو نہیں پہونچیں، بلکہ واقعہ یہ ہے کہ صحیح احادیث کا بڑا ذخیرہ ان کتابوں سے رہ گیا ہے۔ خاص طور پر مستدرک اور مستخرج احادیث سے ان پر اضافہ کتب حدیث میں منقول اور صحاح کی دوسری کتابوں میں کثیر احادیث اسی مرتبہ کی منقول وماثور ہیں۔

صحاح ستہ سے مراد وہ چھ کتابیں ہیں جن پر امت مسلمہ کا خاص اعتبار واعتماد اور عمل رہا ہے۔ پانچ تو متفق علیہ ہیں۔

☆بخاری ☆مسلم ☆نسائی ☆ابوداؤد ☆ترمذی

اور اکثر کے نزدیک چھٹی ابن ماجہ ہے لیکن بعض نے مؤطا امام مالک کو قرار دیا ہے۔

صحت کے مراتب مختلف ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں:۔

۱۔ وہ حدیث جو صحیحین میں ہو۔

۲۔ وہ حدیث جو صرف بخاری میں ہو۔

۳۔ وہ حدیث جو صرف مسلم میں ہو۔

۴۔ وہ حدیث جو شیخین کی شرط پر ہو۔

۵۔ وہ حدیث جو صرف بخاری کی شرط پر ہو۔

۶۔ وہ حدیث جو صرف مسلم کی شرط پر ہو۔

۷۔ وہ حدیث جس کو دوسرے ائمہ ومحدثین نے صحیح قرار دیا ہو۔

لیکن یہ ترتیب قطعی ولازمی نہیں بلکہ معاملہ کبھی اس کے برعکس بھی ہوتا ہے۔

حسن لذاتہ

تعریف:۔ صحیح کے تمام شرائط کے ساتھ منقول ہو لیکن ضبط میں کچھ کمزوری ہو۔

حکم:۔ صحیح سے کچھ کم مرتبہ رکھتی ہے لیکن قابل احتجاج اور واجب العمل ہے۔

مثال:۔ حدثنا قتیبة حدثنا جعفر بن سلیمان الضبعی، عن ابی عمران الجونی عن

ابی بکر بن ابی موسی الاشعری قال : سمعت ابی بحضرة العدو یقول : قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ان ابواب الجنة تحت ظلال السیوف۔ (۳٦)

امام ترمذی فرماتے ہیں : حدیث بیان کی ہم سے حضرت قتیبہ نے ، وہ کہتے ہیں حدیث بیان کی ہم سے حضرت جعفر بن سلیمان ضبعی نے ابوعمران جونی سے روایت کرتے ہوئے ،اورانہوں نے ابوبکر بن ابی موسی اشعری سے روایت کی۔وہ کہتے ہیں میں نے اپنے والد ابوموسی اشعری کودشمن کے مقابل فرماتے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: جنت کے دروازے تلواروں کے سایہ میں ہیں۔

اس حدیث کی سند میں چاروں راوی ثقہ،لیکن جعفر بن سلیمان کا مرتبہ ضبط میں کچھ کم ہے۔لہذا یہ حدیث حسن ہے۔

صحیح کی طرح حسن کے بھی متعدد مراتب ہیں ۔امام ذہبی نے انکے دواصولی مرتبے ذکر کئے ہیں۔

۱۔ وہ اسناد جوصحیح کے ادنی مراتب کے تحت آتی ہیں۔

جیسے:۔ بھز بن حکیم عن ابیه عن جده۔

عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده۔

۲۔ جن احادیث کی تحسین وتضعیف کے بارے میں انکے رواۃ کے حالات کی وجہ سے اختلاف ہے۔

جیسے:۔حارث بن عبداللہ،عاصم بن ضمرہ،حجاج بن ارطاۃ۔(۳۷)

احادیث حسان کے سلسلہ میں ترمذی، ابوداؤد، اورسنن دارقطنی خاص طور پرمشہور ہیں۔

صحیح لغیرہ

تعریف: حسن لذاتہ حدیث جب دوسرے سے مروی ہوخواہ اسکامرتبہ مساوی ہویااقوی۔

حکم:۔ مذکورہ اقسام کے درمیان اسکا مقام ومرتبہ ہے لہذ الائق، احتجاج اور واجب العمل ہے۔

مثال۔عن ابی بن العباس بن سهل بن سعد عن ابيه عن جده، قال : كان للنبی صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فی حائطنا فرس يقال له اللحيف۔ (۳۸)

حضرت اُبی بن عباس اپنے والد سے، اور اُبی کے دادا سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا گھوڑا ہمارے باغ میں تھا اور اس گھوڑے کا نام ''لحیف'' تھا۔

اس حدیث کے راویوں میں اُبی کے سلسلہ میں امام احمد، امام ابن معین، اور امام نسائی نے قوت حفظ کی خرابی وکمزوری کی بنا پر فرمایا: یہ ضعیف ہیں، اس لئے انکی حدیث حسن ہے، البتہ اس حدیث کو انکے بھائی عبدالمہیمن نے بھی روایت کیا ہے اس لئے یہ صحیح لغیرہ قرار پائی۔ (۳۹)

حسن لغیرہ

تعریف:۔ حدیث ضعیف جب متعدد طرق سے مروی ہو، اسکا ضعف خواہ سوء حفظ کی وجہ سے ہو یا انقطاع سند وجہالت راوی کی وجہ سے۔

مرتبہ وحکم: حسن لذاتہ اور ضعیف کے درمیان اسکا مقام ہے، اس لئے مقبول اور لائق احتجاج ہے۔ (۴۰)

مثال۔عن شعبة عن عاصم عن عبيد الله عن عبدالله بن عامر بن ربيعة عن ابيه ان امراة من بنی فزارة تزوجت علی نعلين ۔ (٤١)

حضرت عامر بن ربیعہ کہتے ہیں: بنو فزارہ کی ایک عورت نے دو جوتیوں کے عوض مہر پر نکاح کیا۔

قال الترمذی : و فی الباب عن عمر و ابی هريرة وعائشة رضی الله تعالیٰ عنهم۔

اس حدیث کے رواۃ میں عاصم سوء حفظ کی وجہ سے ضعیف ہیں لیکن دوسرے طرق سے

اس حدیث کے مروی ہونے کی وجہ سے امام ترمذی نے اس حدیث کوحسن قرار دیا ہے۔(۴۲) انتباہ۔صحت وحسن جاننے کے ذرائع میں اہم ذریعہ تو اہل فن کی تصریح ہے،البتہ کبھی بعض قرائن کے ذریعہ بھی صحت کا حکم ہوتا ہے،مثلا۔

☆ ائمہ محدثین کے درمیان بغیر انکار شہرت،حتی کہ اس سے قطعیت بھی حاصل ہوتی ہے۔

☆ سند کا کذب سے متصف افراد سے خالی ہونا،نیز قرآن کریم کی تصریحات واشارات وغیرہ سے موافقت بلکہ اقوال صحابہ وتابعین،اسی طرح اصول شرع وقیاس سے موافقت بھی صحت کے قرائن سے روشن قرینے شمار کئے گئے ہیں۔

☆ معتمد عالم وفقیہ کا کسی حدیث کے مطابق عمل۔(۴۳)

متقدمین کی تصریحات اگر کسی حدیث کی صحت وحسن کے بارے میں نہ مل سکیں تو متاخرین بھی بشرط اہلیت اسکا فیصلہ کر سکتے ہیں،بلکہ تواتر وشہرت کا فیصلہ بھی معتبر ہوگا۔

خبر واحد مقبول کبھی مفید یقین بھی ہوتی ہے مثلا۔

☆ شیخین کی ذکر کردہ حدیث صحیحین غیر متواتر۔ یہ قرینہ ایسا ہے کہ کثرت طرق غیر متواتر پر بھی فوقیت رکھتا ہے۔ہاں اس بات کا خاص خیال رہے کہ ائمہ نے اس پر تنقید نہ کی ہو اور کسی حدیث صحیح سے متعارض نہ ہو۔

امام ابن ہمام فرماتے ہیں: کہ شیخین کی شرائط کی بنیاد پر یہ مرتبہ انکو حاصل ہوا تو ان شروط کے پیش نظر دوسروں کی مرویات بھی یہ مقام حاصل کر سکتی ہیں،خصوصاً اس وقت جبکہ دوسرے ائمہ خود ان مسائل میں اجتہادی شان رکھتے ہوں۔

جیسے امام اعظم اور امام اوزاعی نے ایک مسئلہ میں اصح الاسانید کے تحت آنے والی ایک سند سے استدلال کیا تو امام اعظم نے رواۃ کی فقاہت کو وجہ ترجیح قرار دیا۔

☆ حدیث مشہور متعدد طرق سے مروی ہو اور سب طرق کے رواۃ ضعف اور علتوں سے محفوظ ہوں۔

☆ وہ حدیث غریب نہ ہو اور سلسلۂ سند میں راوی ائمہ دین ہوں،جیسے امام احمد نے امام

شافعی سے اورانہوں نے امام مالک سے۔خواہ پھر دوسرے راوی بھی ہوں۔

حکم:۔ یہ احادیث دوسری اخبار احاد سے فائق ہوتی ہیں اور بوقت تعارض راجح قرار پاتی ہیں۔

ان سے حاصل شدہ علم یقین کا فائدہ دیتا ہے،لیکن یہ یقین نظری واستدلالی ہوتا ہے۔

تقسیم دوم باعتبار نقل

دو قسمیں ہیں:۔

☆معمول بہ　　☆غیر معمول بہ

پہلی قسم کے دو اطلاق ہیں۔

☆محکم　　☆ناسخ

یونہی دوسری قسم کے بھی دو اطلاق ہیں:۔

مختلف　　منسوخ

محکم

تعریف: وہ حدیث مقبول جو اسی درجہ کی کسی دوسری حدیث کے معارض نہ ہو۔

اکثر احادیث اسی انداز کی ہیں۔

مختلف

تعریف: وہ حدیث مقبول جو اسی درجہ کی دوسری حدیث کے معارض ومخالف ہو۔

اسے مشکل الحدیث یا مشکل الاثر بھی کہتے ہیں۔

اس کی دو قسمیں ہیں:۔

☆ممکن الجمع　　☆ممتنع الجمع

تعریف ممکن الجمع: وہ احادیث مختلفہ جن میں تعارض ہولیکن جمع کی صورت ممکن ہو۔

مثال اول: لا عدوی ولا طیرۃ۔(٤٤)

چھوت کی بیماری اور بدشگونی کوئی چیز نہیں۔

مثال دوم: فر من المجذوم کما تفر من الاسد۔ (۴۵)

جذامی سے اس طرح بھاگو جس طرح شیر سے۔

دونوں احادیث اگر چہ بظاہر مختلف ہیں اور ایک دوسرے کے معارض، کیونکہ پہلی حدیث سے ثابت کہ بیماری اڑ کر نہیں لگتی، جبکہ دوسری حدیث سے کسی کو وہم ہوسکتا ہے کہ بیماری کے اڑ کر لگنے کی بناپر ہی جذامی سے دور بھاگنے کا حکم ہے، امام احمد رضا قدس سرہ دونوں کی جمع و تطبیق کے سلسلہ میں فرماتے ہیں۔

پہلی حدیث اپنے افادہ میں صاف صریح ہے کہ بیماری اڑ کر نہیں لگتی، کوئی مرض ایک سے دوسرے کی طرف سرایت نہیں کرتا۔ کوئی تندرست بیمار کے قرب واختلاط سے بیمار نہیں ہو جاتا۔

پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واجلۂ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی عملی کارروائی کہ مجذوموں کو اپنے ساتھ کھلانا، ان کا جوٹھا پانی پینا، ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ سے پکڑ کر برتن میں رکھنا، خاص انکے کھانے کی جگہ سے نوالہ اٹھا کر کھانا، جہاں منہ لگا کر انہوں نے پانی پیا بالقصد اسی جگہ منہ رکھ کر نوش کرنا۔ یہ اور بھی واضح کررہا ہے کہ عدوی، یعنی ایک کی بیماری دوسرے کو لگ جانا خیال باطل ہے، ورنہ اپنے کو بلا کے لئے پیش کرنا شرع ہرگز روا نہیں رکھتی۔

رہی دوسری حدیث تو اس قبیل کی احادیث اس درجہ عالیہ صحت پر نہیں جس پر احادیث نفی ہیں۔ ان میں اکثر ضعیف ہیں اور بعض غایت درجہ حسن ہیں، صرف حدیث مذکور کی تصحیح ہوسکتی ہے مگر وہی حدیث اس سے اعلیٰ وجہ پر جو صحیح بخاری میں آئی۔ خود اسی میں ابطال عدوی موجود، کہ مجذوم سے بھاگو اور بیماری اڑ کر نہیں لگتی، تو یہ حدیث خود واضح کررہی ہے کہ بھاگنے کا حکم اس وسوسہ اور اندیشہ کی بناپر نہیں، معہذا صحت میں اس کا پایا بھی دیگر احادیث نفی سے گرا ہوا ہے، کہ اسے امام بخاری نے مسندا روایت نہ کیا بلکہ بطور تعلیق۔

لہذا کوئی حدیث اصلا ثبوت عدوی میں نص نہیں، یہ تو متواتر حدیثوں میں فرمایا کہ

بیماری اڑ کر نہیں لگتی، اور یہ کسی حدیث میں بھی نہیں آیا کہ عادی طور پر اڑ کر لگ جاتی ہے۔

قول مشہور و مذہب جمہور و مشرب منصور کہ دوری وفرار کا حکم اس لئے ہے کہ اگر قرب و اختلاط رہا اور معاذ اللہ قضا و قدر سے کچھ مرض اسے بھی حادث ہو گیا تو ابلیس لعین اس کے دل میں وسوسہ ڈالے گا کہ دیکھ بیماری اڑ کر لگ گئی۔

اول تو یہ ایک امر باطل کا اعتقاد ہوگا۔ اسی قدر فساد کے لئے کیا کم تھا پھر متواتر حدیثوں میں سنکر کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صاف فرمایا ہے کہ بیماری اڑ کر نہیں لگتی، یہ وسوسہ جمنا سخت خطرناک اور ہائل ہوگا۔

لہذا ضعیف الیقین لوگوں کو اپنا دین بچانے کے لئے دوری بہتر ہے، ہاں کامل الایمان وہ کرے جو صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کیا اور نہایت مبالغہ کے ساتھ کیا۔ کہ ایک مجذوم کے ساتھ صدیق اکبر نے کھانا کھایا تو جہاں سے وہ مجذوم نوالہ لیتے وہیں سے آپ نوالہ لے کر نوش فرماتے، اور حضرت فاروق اعظم نے حضرت معیقیب بدری صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ کھانا کھایا جبکہ انکو یہ مرض تھا۔ اگر معاذ اللہ کچھ حادث ہوتا انکے خواب میں بھی خیال نہ گزرتا کہ یہ عدوائے باطلہ سے پیدا ہوا، ان کے دلوں میں ایمان کوہ گراں شکوہ سے زیادہ مستقر تھا کہ: لن یصیبنا الا ما کتب الله لنا۔

بے تقدیر الٰہی کچھ نہ ہو سکے گا

اسی طرف اس قول و فعل حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہدایت فرمائی کہ اپنے ساتھ کھلایا اور "کل ثقة با لله و تو کلا علیه" فرمایا۔

بالجملہ مذہب معتمد و صحیح و رجیح و نجیح یہ ہے کہ جذام، کھجلی، چیچک اور طاعون وغیرہا اصلا کوئی بیماری ایک کی دوسرے کو ہرگز اڑ کر نہیں لگتی، یہ محض اوہام بے اصل ہیں، کوئی وہم پکائے جائے تو کبھی اصل بھی ہو جاتا ہے کہ ارشاد ہوا۔

انا عند ظن عبدی بی۔

وہ اس دوسرے کی بیماری اسے نہ لگی بلکہ خود اسی کی باطنی بیماری کہ وہم پروردہ تھی

صورت پکڑ کر ظاہر ہوگئی ،فیض القدیر میں ہے۔

بل الوھم وحدہ من اکبر اسباب الاصابة۔

اس لئے اور نیز کراہت واذیت وخود بینی وتحقیر مجذوم سے بچنے کے واسطےاور اس دور اندیشی سے کہ مبادا اسے کچھ پیدا ہواور ابلیس لعین کچھ وسوسہ ڈالے کہ دیکھ بیماری اڑکر لگ گئی ،اور اب معاذ اللہ اس امر کی حقانیت اسکے خطرہ میں گزرے گی جسے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باطل فرما چکے۔ یہ اس مرض سے بھی بدتر مرض ہوگا، ان وجوہ سے شرع حکیم ورحیم نے ضعیف الیقین لوگوں کو حکم استحبابی دیا ہے کہ اس سے دور رہیں اور کامل الایمان بندگان خدا کے لئے کچھ حرج نہیں کہ وہ ان سب مفاسد سے پاک ہیں۔خوب سمجھ لیا جائے کہ دور رہنے کا حکم ان حکمتوں کی وجہ سے ہے نہ یہ کہ معاذ اللہ بیماری اڑکر لگتی ہے۔اسے تو اللہ ورسول رد فرما چکے،جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۔(۴۶)

تعریف غیر ممکن الجمع:جن احادیث مین موافقت ممکن نہ ہو۔

حکم:ان احادیث کا حکم یہ ہے کہ کسی ذریعہ سے نسخ کا علم ہو جائے تو ناسخ پر عمل ہوگا اور یہ نہ ہو سکے تو ترجیح کی صورت اپنائی جائے جو کثیر ہیں۔

امام سیوطی نے اصولی طور پر ساتھ بتائی ہیں، یہ بھی نہ ہو تو توقف۔

احناف کے نزدیک احادیث مختلفہ میں اولا نسخ، پھر ترجیح، پھر جمع کو اپنائیں گے، ورنہ توقف، ورنہ اقوال صحابہ اور پھر آخر میں قیاس کی طرف رجوع کیا جائے گا۔

وجوہ ترجیح وجمع

ترجیح باعتبار متن:

☆ حرمت اباحت پر

☆ قول عام فعل خصوص پر، یہ جس میں خصوصیت یا عذر کا احتمال ہو۔

☆ اثبات نفی پر بشرطیکہ نفی مستقل دلیل کی بنیاد پر نہ ہو بلکہ اصل حال وحکم کی رعایت میں ہو۔

☆ محکم معلل غیر معلل پر شارع کا بیان وتفسیر غیر کے بیان وتشریح پر

☆ دلیل قوی دلیل ضعیف پر

ترجیح باعتبار سند

☆ سند قوی ضعیف پر

☆ سند عالی نازل پر بشرطیکہ دونوں ہم پلہ ہوں،

☆ فقاہت میں فائق روایات کو دوسروں پر

☆ متعدد رواۃ ایک پر

☆ اتفاقی سند مختلف فیہ پر

☆ اکابر صحابہ کی روایت اصاغر پر

وجوہ جمع

تنویع: اگر دونوں عام ہوں تو الگ الگ انواع سے ان کا تعلق قرار دینا۔

تبعیض: دونوں خاص ہوں تو الگ الگ حال پر، یا ایک کو حقیقت دوسرے کو مجاز پر محمول کرنا۔

تقیید: دونوں مطلق ہوں تو دونوں کے ساتھ ایسی قید لگانا جس سے فرق ہو جائے۔

تخصیص: ایک عام اور دوسری خاص ہو تو عام کو مخصوص قرار دینا۔

حمل: ایک مطلق اور دوسرا مقید ہو تو مطلق کو مقید پر محمول کرنا، بشرطیکہ دونوں کا سبب اور حکم ایک ہو۔

اہمیت فن

فنون حدیث میں تمام علماء کو اس فن سے واقفیت ضروری ہے، لیکن کمال مہارت انہیں کو حاصل ہوتی ہے جو حدیث وفقہ دونوں کے جامع ہوں اور ان علمائے اصول کو جن کا مشغلہ یہ ہی رہا ہو کہ دریائے معانی میں غوطہ لگانا اور اپنے اپنے محامل پر احکام کو منطبق کرنا۔ ان علمائے کے

وفور علم کی بنا پر شاذ و نادر ہی ایسی احادیث رہ جاتی ہیں جن سے وہ تعارض کا حل نہ نکال سکیں۔
امام ابن خزیمہ تو فرماتے ہیں: مجھے ایسی دو احادیث کا علم نہیں جن میں باہم تعارض ہو۔(۴۷)

تصانیف فن

۱۔	اختلاف الحدیث، للشافعی، اولین کتاب	م ۲۰۴
۲۔	تاویل مختلف الحدیث لا بن قتیبة،	م ۲۷۶
۳۔	شرح مشکل الآثار للطحاوی،	م ۳۲۱
٤۔	کتاب لا بن خزیمة،	م ۳۳۱
٥۔	مشکل الحدیث لا بن فورك،	م ٤۰٦
٦۔	التحقیق فی احادیث الخلاف لا بن الجوزی،	م ٥۹۷

ناسخ و منسوخ

تعریف ناسخ:

شارع کا ایک حکم شرعی کی تحدید بیان کر کے دوسرا حکم سنانا، کبھی ایک حدیث دوسری حدیث کی ناسخ ہوتی ہے، اور کبھی حدیث قرآن کے لئے ناسخ قرار دی جاتی ہے اور کبھی برعکس۔

یہ فن بھی نہایت اہم اور بڑی دشوار گذار منزل ہے، امام زہری فرماتے ہیں:

فقہاء کو ناسخ و منسوخ احادیث نے تھکا دیا۔

امام شافعی کو اس فن میں خاص امتیاز حاصل تھا، امام احمد نے فرمایا: ہم نے مجمل و مفسر اور ناسخ و منسوخ کو آپ کی مجلس کے بغیر حاصل نہ کیا۔

ذرائع علم نسخ

نسخ کو جاننے کے لئے متعدد ذرائع ہیں۔

☆ خود حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تصریح فرمادیں۔

جیسے۔ کنت نهيتكم عن زيارة القبور فزوروها فانه تذكر الآخرة۔ (٤٨)

میں نے تم کو قبور کی زیارت سے منع کیا تھا۔اب میں تم کو اجازت دے رہا ہوں،لہذا زیارت کیا کرو کہ آخرت کی یاد دلاتی ہے۔

☆ صحابی بیان کریں،جیسے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بیان:۔

كان آخر الامرين من رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ترك الوضوء مما غيرت النار۔(۴۹)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا آخری عمل مبارک یہ تھا کہ آگ سے پکی ہوئی چیزوں کو تناول فرما کر وضو نہیں فرمایا۔

اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان:۔

انما كان انما الماء من الماء رخصة في اول الاسلام ثم نهي عنها۔ (٤)

انزال ہونے پر ہی غسل کرنے کا حکم آغاز اسلام میں تھا پھر بعد میں محض جماع پر ہی غسل کا حکم دے دیا گیا۔

☆ تاریخ وقت کا علم ہونے پر نسخ کا فیصلہ کیا جاتا ہے،جیسے حضرت شداد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

افطر الحاجم و المحجوم۔ (٥٠)

سنگی لگانے والے اور لگوانے والے دونوں نے اپنا روزہ توڑلیا۔

دوسری حدیث میں ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا:۔

ان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم احتجم وهو صائم۔(٥١)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے روزہ کی حالت میں سنگی لگوائی۔

پہلی حدیث فتح مکہ کے موقع پر ارشاد فرمائی جیسا کہ شداد بن اوس نے دوسری روایت میں بیان فرمایا:۔

وکان ذلك یوم الفتح۔ (٥٢)

یہ حدیث فتح مکہ کے موقع پر ارشاد فرمائی۔

دوسری حدیث حجۃ الوداع کے موقع کی ہے جیسا کہ حضرت ابن عباس بیان فرماتے ہیں:۔

احتجم رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وھو صائم محرم بین مکۃ والمدینۃ (٥٣)

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پچھنا لگوایا جبکہ روزہ دار تھے، اور مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ کے درمیان حالت احرام میں سفر فرما رہے تھے۔

لہذا بعد والی روایت پر عمل ہوگا اور پہلی منسوخ قرار دی جائے گی۔

☆ اجماع کی دلالت:۔ یعنی کسی حدیث کے خلاف تمام صحابہ کرام کا اجماع اور بالاتفاق عمل اس بات کا پتہ دیتا ہے کہ پہلا حکم منسوخ ہو چکا ہے۔

جیسے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حدیث کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

من شرب الخمر فاجلدوہ فان عاد فی الرابعۃ فاقتلوہ۔ (٥٤)

جس نے شراب پی اس پر کوڑوں سے حد جاری کرو اور اسکے بعد چوتھی مرتبہ بھی اسکا یہ قصور ثابت ہو جائے تو قتل کردو۔

دوسری حدیث میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں اسکے بعد ایک ایسا ہی شرابی لایا گیا۔

ثم اتی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعد ذلك برجل قد شرب فی الرابعۃ فضربہ ولم یقتلہ۔ (٥٥)

کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں اسکے بعد ایک ایسا ہی شخص لایا گیا جس نے چوتھی مرتبہ شراب پی تھی، تو آپ نے اس پر صرف حد جاری فرمائی اور قتل کا حکم نہیں

فرمایا۔

امام ترمذی فرماتے ہیں:

انما کان هذا فی اول الامر ثم نسخ بعد، والعمل علی هذا عند عامة اهل العلم لا نعلم بینهم اختلافا فی ذلك فی القدیم والحدیث،و مما یقوی هذامارو ی عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم من اوجه کثیرة انه قال :

لا یحل دم امرء مسلم یشهد ان لا اله الله وانی رسول الله الا باحدی ثلث، النفس بالنفس، والثیب الزانی، و التارك لدینه ۔(٥٦)

یہ حکم قتل اول امر میں تھا پھر منسوخ ہوا۔تمام علماء فقہاء اس پر متفق ہیں ، متقدمین و متاخرین میں کسی کا اختلاف اس سلسلہ میں ہمیں معلوم نہیں ۔اس موقف کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جو متعدد طرق سے مروی ہے،حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

کسی مسلمان کا خون بہانا صرف تین چیزوں میں سے کسی ایک چیز کے ذریعہ ہی جائز ہے،قتل عمد کے قصاص میں،شادی شدہ زانی ،اور مرتد۔

واضح رہے کہ اجماع خود مستقل ناسخ نہیں ہوتا بلکہ نسخ پر دال ہوتا ہے۔(۵۷)

تصانیف فن

☆ الاعتبار فی الناسخ و المنسوخ من الآثار للحازمی م ٥٨٤

☆ الناسخ والمنسوخ للامام احمد، م ٢٤١

☆ تجرید الاحادیث المنسوخة لا بن الجوزی، م ٥٩٧

خبر مردود

تعریف: جس حدیث کا ثبوت بعض یا کل شرائط قبولیت کے معدوم ہونے کی وجہ سے راجح نہ ہو، اسکا دوسرا معروف عنوان 'ضعیف' ہے۔

اسباب رد دو ہیں

☆سقوط از سند ☆طعن بر راوی

اول کی مندرجہ ذیل چھ قسمیں ہیں۔

☆معلق ☆ مرسل ☆ معضل ☆ منقطع ☆ مرسل خفی ☆ مدلس

سقوط راوی اگر واضح ہوتو اس سے پہلی چار قسمیں متعلق ہیں، اور سقوط خفی ہوتو آخری دو۔

معلق

تعریف: جس حدیث کی شروع سند سے ایک، یا زائد راوی پے در پے حذف ہوں۔

حکم: یہ حدیث قابل رد ہے کہ راوی غیر مذکور کا حال معلوم نہیں، ہاں راوی کا حال معلوم ہو جائے اور وہ شرائط عدالت اور اوصاف قبولیت سے متصف ہوتو مقبول ہوگی، یہ حکم تمام منقطع احادیث کا ہونا چاہیے۔

مثال: قال ابو هريرة عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: الله اعلم بمن يجاهد في سبيله۔(۵۸)

تعلیقات بخاری: واضح رہے کہ امام بخاری کی ذکر کردہ تعلیقات کو یک قلم مردود قرار نہیں دیا جا سکتا، کہ اس کتاب میں صحیح احادیث کے جمع کرنے کا التزام ہے، البتہ اس میں تفصیل یہ ہے کہ بعض تعلیقات کو یقین وقطعیت کے الفاظ سے تعبیر کیا گیا۔ جیسے۔

قال ۔ ذكر۔ حكى۔ وغيرها۔

اور بعض کو شک وتردد کے ساتھ بیان کیا ہے، جیسے

قيل ، ذكر، روى ، وغيرها۔

اول کو صحیح اور ثابت کہا جاتا ہے، اور ثانی پر تحقیق کے بعد ہی حکم ہوگا، اس سے پہلے توقف بہتر ہے، ایسی احادیث بخاری میں صرف ایک سو ساٹھ ہیں۔(۵۹)

مرسل

تعریف: جس حدیث میں آخر سند سے تابعی کے بعد راوی غیر مذکور ہو۔

مثال: عن سعید بن المسیب ان رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: من اکل من ھذہ الشجرۃ فلا یقرب مسجدنا۔(۶۰)

حضرت سعید بن میسّب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے اس درخت (کچی پیاز اور لہسن) سے کچھ کھایا وہ ہماری مسجد کے قریب نہ آئے۔

مرسل نزد فقہاء و اصولیین: جس حدیث کی سند متصل نہ ہو، خواہ ایک راوی غیر مذکور ہو یا سب، پے در پے یا الگ الگ۔ گویا سقوط سند کی تمام صورتیں انکے نزدیک مرسل ہیں۔

حکم: مرسل در حقیقت ضعیف مردود اور غیر مقبول ہے، کہ قبولیت کی ایک شرط اتصال سند سے خالی ہے، جمہور محدثین اور ایک جماعت اصولیین وفقہا کا یہی مسلک ہے۔

امام اعظم، امام مالک، اور امام احمد کا قول مشہور میں نیز ایک جماعت علماء کے نزدیک مقبول اور لائق احتجاج ہے بشرطیکہ ارسال کرنے والا ثقہ اور کسی معتمد ہی سے ارسال کرے، اس لئے کہ ثقہ تابعی جب تک کسی اپنے جیسے ثقہ سے کوئی بات نہ سنے تو براہ راست حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف نسبت نہیں کرتا۔ یہ ہی وجہ ہے کہ حضرات تابعین مرسل پر نکیر نہیں کرتے تھے۔

امام شافعی اور بعض علماء کے نزدیک چند شرطوں سے مقبول ہے۔

- ☆ ارسال کرنے والا اکابر تابعین سے ہو۔
- ☆ غیر مذکور راوی کی تعیین میں ثقہ ہی کا نام لیا جائے۔
- ☆ معتمد حفاظ حدیث کسی دوسری سند سے روایت کریں تو اسکے مخالف نہ ہو۔
- ☆ کسی دوسری سند سے متصل ہو۔
- ☆ کسی صحابی کے قول کے موافق ہو۔

☆ اکثر اہل علم کے نزدیک اسکے مضمون پرفتوی ہو۔

اگر صحیح حدیث ایک طریق سے مروی ہو لیکن مرسل کے مخالف، اور مرسل اور اس کی مؤید علیحدہ سند سے تو یہ مرسل ہی راجح ہوگی، اگر جمع و تطبیق کی کوئی صورت ممکن نہ ہو۔

خیال رہے کہ مرسل صحابی جمہور کے نزدیک مقبول اور لائق احتجاج ہے۔ مرسل صحابی کی صورت یہ ہوتی ہے کہ صحابی کم سنی یا تاخیر اسلام کی وجہ سے خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نہیں سن پاتا لیکن براہ راست نسبت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف ہی کرتا ہے۔

جیسے عبداللہ بن زبیر اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی اکثر روایات اسی طرح کی ہیں۔(۶۱)

مرسل اور ائمہ احناف:

احناف کے نزدیک تابعی اور تبع تابعین کی مرسلات مطلقاً مقبول ہیں، انکے بعد ثقہ کی ہو تو مقبول اور باقی کا فیصلہ تحقیق کے بعد ہوتا ہے۔(۶۲)

مشہور مصنفات

☆ المراسیل لا بی داؤد، م ۲۷۵

☆ المراسیل لا بن ابی حاتم، م ۳۲۷

☆ جامع التحصیل لا حکام المراسیل للعلائی، م ۷۶۱

معضل

تعریف: جسکی سند سے دو یا زائد راوی پے در پے ساقط ہوں،

مثال: مالك انه بلغه ان عائشة زوج النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قالت فی المرأة الحامل تری الدم انها تدع الصلوة۔ (۶۳)

حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ روایت پہونچی کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا:۔ حاملہ عورت اگر خون دیکھے تو نماز نہ پڑھے۔

یہ حدیث امام مالک کے بلاغات سے ہے اور درمیان میں دو راوی ساقط ہیں کہ بالعموم امام مالک اور حضرت صدیقہ کے درمیان موطا میں دو واسطے مذکور ہیں۔

لہذا فنی طور پر یہ حدیث منقطع معضل شمار ہوگی۔

حکم: ضعیف شمار ہوتی ہے اور مرسل کے بعد اسکا نمبر آتا ہے۔

معضل اور معلق کے درمیان عموم خصوص من وجہ کی نسبت ہے۔

مادۂ اجتماع: یہ ہے کہ آغاز سند سے پے در پے دو راوی ساقط ہوں۔

مادۂ افتراق: درمیان سند سے پے در پے دو یا زائد راوی ساقط ہوں تو معضل کہیں گے معلق نہیں۔

آغاز سند سے صرف ایک راوی ساقط ہو تو معلق کہا جائے گا معضل نہیں۔

منقطع

تعریف: درمیان سند سے ایک راوی ساقط ہو، اور دو یا زائد ہوں تو پے در پے نہ ہوں۔

مثال: حدثنی محمد بن صالح،ثنا احمد بن سلمة، ثنا اسحاق بن ابراهیم، ثنا عبد الرزاق، انا النعمان بن شیبة، عن سفیان الثوری، عن ابی اسحاق، عن زید بن یتبع، عن حذیفه، رضی الله تعالیٰ عنه قال : قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه و سلم: ان و لیتموها ابا بکر فزاهد فی الدنیا راغب فی الآخرة و فی جسمه ضعف، و ان ولیتموها عمر فقوی امین لا یخاف فی الله لو مة لا ئم، و ان ولیتموها علیا فهاد مهتد یقیمکم علی صراط مستقیم ۔(٦٤)

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر تم خلافت صدیق اکبر کے سپرد کرو گے تو انکو دنیا سے بے رغبت اور آخرت کی طرف راغب پاؤ گے، اور وہ اپنے جسم میں ضعیف ثابت ہوں گے۔اور عمر فاروق اعظم کے سپرد کرو گے تو وہ قوی اور امین ثابت ہوں گے، احکام الٰہیہ میں کسی کی پرواہ نہیں کریں گے۔اور اگر علی کو

خلفہ بناو گےتو وہ سیدھی راہ پرخود بھی چلیں گےاور دوسروں کوبھی صراط مستقیم پر گامزن رکھیں گے۔

اس حدیث کی سند میں ایک راوی سفیان ثوری اور ابواسحٰق کے درمیان سے ساقط ہیں اور وہ شریک ہیں، کیونکہ سفیان ثوری نے ابو اسحٰق سے براہ راست سماعت نہیں کی بلکہ بواسطہ شریک، لہذا یہ منقطع ہے، اسی لئے امام ذہبی نے تلخیص میں اس کوضعیف کہا۔

چونکہ اس حدیث کی سند میں سقوط راوی شروع سند سے نہیں لہذا یہ معلق نہیں، اور آخر سند سے نہیں، لہذا مرسل نہیں، اور سند سے دو راوی پے در پے بھی ساقط نہیں لہذا معضل بھی نہیں، اسی لئے اسکوعلیحدہ قسم شمار کیا گیا ہے۔

حکم: راوی غیر مذکور کا حال معلوم نہ ہونے کے سبب ضعیف شمار ہوتی ہے۔

مدلّس

تعریف: جس حدیث کی سند کا عیب پوشیدہ رکھا جائے اور ظاہر کوسنوار کر پیش کیا جائے۔

دو قسمیں ہیں

☆ مدلس الاسناد ☆ مدلس الشیوخ

مدلس الاسناد: وہ حدیث جسکو استاذ سے بغیر سنے ایسے الفاظ سے استاذ کی طرف نسبت کرے جس سے سننے کا گمان ہو۔ اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ راوی اپنے شیخ کا ذکر نہ کرے جس سے سماع حاصل تھا بلکہ اپنے شیخ سے بالا شیخ کو ذکر کردے جس سے سماع حاصل نہیں مگر ایسے لفظ سے جو سماع کا ایہام کرتا ہے۔

جیسے:۔ قال، عن، ان، وغیرہا کے ذریعہ بیان کرے۔ کہ یہ الفاظ موہم سماع ہیں۔ یعنی ایسے الفاظ نہ استعمال کرے جو صراحت کے ساتھ براہ راست سننے کو بتائیں ورنہ جھوٹا کہلائے گا۔ اس صورت میں چھوٹے ہوئے راوی ایک سے زاید بھی ہو سکتے ہیں۔

تدلیس کا سبب کبھی یہ ہوتا ہے کہ شیخ کے صغیر السن ہونے کی وجہ سے راوی ازراہ خفت اسکا تذکرہ نہیں کرنا چاہتا، یا راوی کا شیخ کوئی معروف شخص نہیں، یا عوام وخواص میں اس کو

مقبولیت حاصل نہیں، یا پھر مجروح ضعیف ہے۔لہذا شیخ کے نام کو ذکر کرنے سے پہلوتہی کرتا ہے۔
واضح رہے کہ بعض اکابر جیسے سفیان بن عیینہ سے تدلیس مندرجہ بالا وجوہ کے پیش نظر واقع نہیں ہوئی بلکہ اس وجہ سے کہ صحت حدیث پر انکو وثوق تھا اور بوجہ شہرت اپنے شیوخ کے ذکر کی ضرورت نہ سمجھی،لہذا انکی حدیث پر بایں معنی جرح نہیں کی جاتی۔

حکم: ایسی احادیث ضعیف کی اہم اقسام سے ہیں،علماء نے اس عمل کونہایت مکروہ بتایا ہے اور بہت مذمت کی ہے،امام شعبہ نے تدلیس کوکذب بیانی کا دوسرا عنوان بتایا ہے۔

مدلس الشیوخ: وہ حدیث جسے راوی اپنے استاذ سے نقل کرتے ہوئے اس کے لئے کوئی غیر معروف نام،لقب،کنیت،یانسب ذکر کرے تا کہ اسے پہچانا نہ جاسکے۔(۶۵)
اس کی ایک صورت یہ ہوتی ہے کہ شیخ سے بکثرت روایتیں کرنے کی وجہ سے بار بار معروف نام لینا نہیں چاہتا۔

حکم:

اس میں پہلی قسم کی بہ نسبت نقص کم ہوتا ہے،کیونکہ راوی ساقط نہیں ہوتا،ہاں راوی کا غیر معروف نام ذکر کرکے سامعین کو الجھن میں مبتلا کرتا ہے۔
ایسی احادیث میں اگر سماع کی تصریح کردی جائے تو حدیث مقبول ورنہ غیر مقبول ہوگی،نیز وہ حضرات جو ثقہ سے تدلیس کرتے ہیں انکی مقبول ورنہ غیر مقبول۔(۶۶)

تصانیف فن

اس فن میں محدثین نے مستقل کتابیں لکھیں چند یہ ہیں:

- ☆ كتاب التدليس للخطيب، م ٤٦٣
- ☆ التبين لأسماء المدلسين للخطيب، م٤٦٣
- ☆ التبين لأسماء المدلسين للحلبى، م ٨٤١
- ☆ تعريف اهل التقديس بمراتب الموصوفين بالتدليس لا بن حجر، ٨٥٢

مرسل خفی

تعریف: جس حدیث کوراوی کسی ایسے شخص سے نقل کرے جس سے اس کی معاصرت کے باوجود ملاقات یا سماع ثابت نہ ہو۔

مرسل خفی اور مدلس کے درمیان فرق یوں ہے کہ راوی کی مروی عنہ سے معاصرت ہوتی ہے اور ملاقات بھی ممکن لیکن سماع ثابت نہیں ہوتا۔ برخلاف مدلس کہ اس میں تینوں چیزیں ہوتی ہیں۔

مثال:۔ حدثنا محمد بن الصباح، انبأنا عبد العزيز بن محمد عن صالح بن محمد بن زائدة، عن عمر بن عبد العزيز عن عقبة بن عامر الجهني قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: رحم الله حارس الحرس۔ (٦٧)

حضرت عقبہ بن عامر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ مجاہدین کے محافظین پر رحم فرمائے۔

عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حضرت عقبہ سے معاصرت تو ثابت ہے لیکن ملاقات نہیں جیسا کہ مزی نے اطراف الحدیث میں ذکر کیا۔

حکم: ضعیف ہے اس لئے کہ اس میں انقطاع ہوتا ہے۔

تصنیف فن

☆ كتاب التفصيل لمبهم المراسيل للخطيب۔

یہ اس فن میں نہایت مشہور کتاب ہے۔

معنعن ومؤنن

تعریف: لفظ 'عن' کے ذریعہ روایت معنعن ہے، اور 'ان' کے ذریعہ روایت مؤنن ہے۔

حکم: چند شرائط کے ساتھ متصل شماری جاتی ہے۔

☆ راوی مدلس نہ ہو۔

☆ جن راویوں کے درمیان 'عن' یا 'ان' آئے وہ ہم عصر ہوں۔

مردود بسبب طعن در راوی

راوی میں طعن کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس کی عدالت یعنی مذہب و کردار، اور ضبط وحفظ کے بارے میں جرح کی جائے۔

اسباب طعن دس ہیں

☆ پانچ عدالت سے متعلق ☆ پانچ ضبط سے متعلق

عدالت میں طعن کے وجوہ یہ ہیں۔

☆ کذب ☆ اتہام کذب ☆ فسق ☆ بدعت ☆ جہالت

ضبط میں طعن کے وجوہ یہ ہیں۔

☆ فرط غفلت ☆ کثرت غلط ☆ سوء حفظ ☆ کثرت وہم ☆ مخالفت ثقات

اب بدتر سے کم تر کی طرف ترتیب ملاحظہ ہو۔

موضوع

تعریف: وہ مضمون جسکو بصورت حدیث حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف کذب بیانی سے منسوب کیا جائے۔

اس کی تین صورتیں ہوتی ہیں۔

☆ کبھی محض اپنی طرف سے گڑھ کر کوئی بات حضور کی طرف منسوب کی جاتی ہے۔

☆ کبھی کسی کی کوئی بات حضور کی طرف منسوب کی جاتی ہے۔

☆ کبھی ضعیف حدیث کے ساتھ قوی سند لگا کر۔

اس آخری صورت میں اصل نسبت تو جھوٹی نہیں ہوتی لیکن حتمی و یقینی شکل بنا کر پیش کرنا واقعی جھوٹ ہے۔

حکم و مرتبہ: اس کو حدیث مجازا کہتے ہیں ورنہ در حقیقت یہ حدیث ہی نہیں، اور جس حدیث کی وضع کا علم ہو اس میں وضع کی صراحت کے بغیر اس کی روایت کرنا جائز نہیں۔

بعض صوفیہ اور فرقہ کرامیہ ترغیب و ترہیب میں ایسی روایت کے جواز کے قائل ہیں مگر جمہور اسکے خلاف ہیں، امام الحرمین نے تو واضع حدیث کو کافر تک کہا ہے۔

یہ جرم اتنا قبیح ہے کہ کسی سے متعلق ایک مرتبہ بھی یہ حرکت ثابت ہو جائے تو پھر کبھی اس کی روایت مقبول نہیں ہوتی خواہ توبہ کر لے۔

ذرائع معرفت وضع:

☆ وضع کے سلسلہ میں واضع کا اقرار۔ یا بمنزلۂ اقرار۔ یا راوی کے اندر کسی قرینے سے۔ یا مروی کے اندر کسی طریقے سے وضع کا علم ہوتا ہے۔

☆ نیز عقل و مشاہدہ، صراحت قرآن، سنت متواترہ، اجماع قطعی، اور مشہور تاریخی واقعات کی واضح مخالفت سے بھی وضع کا حکم لگایا جاتا ہے۔ یہ جب ہے کہ تاویل و تطبیق کا احتمال نہ رہے۔

☆ امر منقول ایسا ہو کہ حالات و قرائن بتاتے ہیں کہ ایک جماعت اس کی ناقل ہونی چاہئیے تھی، یا یہ کہ دین کی اصل ہے اور ان دونوں صورتوں میں راوی و ناقل صرف ایک ہے، یا زیادہ ہیں لیکن تواتر کو نہیں پہونچے۔

☆ کسی معمولی چیز پر سخت وعید، یا اجر عظیم کی بشارت، نیز وعید و تہدید میں ایسے لمبے چوڑے مبالغے ہوں جنہیں کلام معجز نظام نبوت سے مشابہت نہ رہے۔

☆ معنی شنیع و قبیح ہوں جنکا صدور حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ناممکن، جیسے معاذ اللہ کسی فساد یا ظلم، یا عبث، یا سفہ، یا مدح باطل یا ذم حق پر مشتمل ہو۔

☆ ایک جماعت جسکا عدد حد تواتر کو پہونچے اور ان میں احتمال کذب یا ایک دوسرے کی تقلید کا نہ رہے اسکے کذب و بطلان پر گواہی مستنداً الی الحس دے۔

☆ لفظ رکیک و سخیف ہوں جنہیں سمع دفع اور طبع منع کرے اور ناقل مدعی ہو کہ یہ بعینہا الفاظ کریمہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں، یا وہ محل ہی نقل بالمعنی کا نہ ہو۔

☆ یا ناقل رافضی حضرات اہل بیت کرام علی سیدہم وعلیہم الصلوۃ والسلام کے فضائل میں وہ باتیں روایت کرے جو اسکے غیر سے ثابت نہ ہوں۔

☆ یونہی وہ مناقب امیر معاویہ وعمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہ صرف نواصب کی روایت سے آئیں کہ جس طرح روافض نے فضائل امیر المومنین واہل بیت طاہرین رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں قریب تین لاکھ حدیثوں کے وضع کیں، کما نص علیہ الحافظ ابو یعلی و الحافظ الخلیلی فی الارشاد، یونہی نواصب نے مناقب امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں حدیثیں گڑھیں، کما ارشد الیہ الامام احمد بن حنبل رحمۃ ا اللہ تعالی علیہ۔

☆ تمام کتب وتصانیف اسلامیہ میں استقراء تام کیا جائے اور اس کا کہیں پتہ نہ چلے یہ صرف اجلہ حفاظ ائمہ شان کا کام تھا جسکی لیاقت صدہا سال سے معدوم۔(۶۸)

دواعی وضع:

کسی نے تقرب الی اللہ کی غرض سے غلبہ جہل کے باعث۔ کسی نے اپنے مذہب کی فوقیت میں تعصب وعناد کی خاطر۔ کسی نے بد دینی پھلانے کے لئے۔ کسی نے دنیا طلبی اور خواہش نفسانی کے پیش نظر۔ اور کسی نے حب جاہ اور طلب شہرت کے لئے یہ مذموم فعل اپنا وطیرہ بنایا تھا۔(۶۹)

بعض مفسرین نے بلا صراحت وضع ایسی روایات لی ہیں۔ وضع کا زیادہ تر تعلق اقوام و افراد کی منقبت و مذمت، انبیاء سابقین کے قصوں، بنی اسرائیل کے احوال، کھانے پینے کی چیزوں، جانوروں، جھاڑ پھونک، دعا اور نوافل کے ثواب سے رہا ہے۔(۷۰)

تصانیف فن

☆ تذکرۃ الموضوعات للمقدسی، م ۵۰۷

☆ کتاب الموضوعات لا بن الجوزی، م ۵۹۷

☆ اللآلی المصنوعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ للسیوطی، م ۹۱۱

☆ تنزیہ الشریعة المرفوعة عن الاحادیث الشنیعة الموضوعة للکتانی ،

م ۹۶۳

متروک

تعریف: سند و حدیث میں کوئی راوی متہم بالکذب ہو۔

اسباب اتہام میں ایک اہم سبب یہ ہوتا ہے کہ وہ تنہا ایسی روایت کرتا ہے جو قرآن و حدیث سے مستنبط قواعد کے خلاف ہو۔

دوسرا سبب اس کی عام گفتگو میں جھوٹ بولنے کی عادت مشہور ہو جبکہ حدیث کے بیان میں اس کی یہ عادت ثابت و منقول نہ ہو۔

حکم و مرتبہ: موضوع کے بعد اسکا مرتبہ ہے، اس کی یہ روایت مقبول نہیں ہاں جب توبہ کرلے اور امارات صدق ظاہر ہو جائیں تو اس کی حدیث مقبول ہوگی، اور جس شخص سے نادراً اپنے کلام میں کذب صادر ہو اور حدیث میں کبھی نہ ہو تو اس کی حدیث کو موضوع یا متروک نہیں کہتے۔

پھر بھی پہلی صورت میں مردود رہے گی۔

مثال: عن عمرو بن شمر، عن جابر، عن ابی الطفیل، عن علی و عمار قالا : کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقنت فی الفجر ویکبر یوم عرفة من صلوة الغداة ،و یقطع صلوة العصر آخر ایام التشریق۔ (۷۱)

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فجر میں قنوت پڑھتے، اور تکبیر تشریق نویں ذی الحجہ کی فجر سے تیرہوی کی عصر تک کہتے تھے۔

اس حدیث کی سند میں عمرو بن شمر جعفی شیعی کوفی ہے، ابن حبان نے کہا: یہ رافضی تبرائی تھا۔

یحیی بن معین نے فرمایا: اس کی حدیث نہ لکھی جائے۔

امام بخاری نے فرمایا: منکر الحدیث ہے۔
امام نسائی اور دار قطنی نے متروک الحدیث کہا۔(۷۲)

منکر

تعریف: جسکی سند میں کوئی راوی فسق یا کثرت غلط یا فرط غفلت سے متصف ہو۔

حکم ومرتبہ: یہ حدیث ضعیف کہلاتی ہے، اور تعریف میں جن تین اوصاف کا تذکرہ ہوا ضعف میں بھی اسی ترتیب کا لحاظ ہوتا ہے، یعنی بدتر سے کمتر کی طرف۔ لہذا زیادہ قابل رد بربنائے فسق ہوگی، وعلی ہذا۔

مثال: حدثنا ابو البشر بکر بن خلف، ثنا یحیی بن محمد قیس المدنی ، ثنا هشام بن عروة عن ابیه عن عائشة قالت: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم :کلوا البلح بالتمر ،کلوا الخلق بالجدید فان الشیطان یغضب۔(۷۳)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کچی کھجوروں کو خشک کھجوروں کو ساتھ ملا کر کھایا کرو، اور پرانی کھجور جدید کے ساتھ، کہ شیطان کو اس سے غصہ آتا ہے۔

اس حدیث کی سند میں یحیی بن محمد ہیں جو کثرت غلط سے متصف تھے۔ حافظ ابن حجر نے انکے بارے میں کہا یہ بہت زیادہ خطا کرتے تھے، اگرچہ یہ رجال مسلم سے ہیں لیکن امام مسلم نے فقط متابعات میں ان سے روایات لی ہیں، لہذا انکی یہ حدیث منکر ضعیف ہے۔

معلل

تعریف: وہ حدیث جو بظاہر بے عیب ہو مگر اسکے اندر کسی ایسے عیب کا علم ہو جائے جو اس کی صحت کو مجروح کردے، اس عیب کو علت کہا جاتا ہے۔

یہ علت نہایت پوشیدہ ہوتی ہے اور صحت پر اثر انداز۔ کبھی علت سند میں ہوتی ہے اور اسکا اثر متن پر بھی پڑتا ہے، جیسے متصل روایت مرسل ثابت ہوئی تو سند ومتن دونوں غیر مقبول۔

کبھی صرف سند میں ہوتی ہے اور یہ وہاں جہاں سند میں ایک ثقہ کی جگہ دوسرا ثقہ راوی لایا جائے۔لہذا اسنادا گرچہ اس غلطی کی وجہ سے مجروح ہوگی لیکن متن مقبول ہے۔اور کبھی صرف متن میں ہوتی ہے۔

لہذا معلل کی دو قسمیں ہیں۔

☆معلل در سند ☆معلل در متن

یہ علت راوی کے وہم کی پیداوار ہوتی ہے، جیسے راوی کبھی حدیث مرسل کو متصل، یا متصل کو مرسل روایت کردے، یا مرفوع کو موقوف یا ایک حدیث کو دوسری حدیث میں داخل کر دے یا اور کسی قرینۂ خفیہ سے جس پر ہر ایک کو اطلاع نہیں ہوتی بلکہ یہ فن نہایت عظیم بلکہ دقیق ہے کہ اس کی بنیاد ان اسباب علل پر بھی ہوتی ہے جو ظاہر و واضح نہیں ہوتے بلکہ مخفی و پوشیدہ انکواعلٰی درجہ کے محدثین و محققین ہی سمجھ پاتے ہیں۔جیسے

ابن مدینی، امام احمد ابن حنبل، امام بخاری، ابو حاتم، دار قطنی۔

تصانیف فن

☆ كتاب العلل لا بن المدينى، م ۲۲٤

☆ علل الحديث لا بن ابى حاتم، م ۳۲۷

☆ العلل و معرفة الرجال لا حمد بن حنبل، م ۲٤۱

☆ العلل الكبير و العلل الصغير للترمذى، م ۲۷۰

☆ علل الواردة فى الاحاديث النبويه للدار قطنى، م ۳۸۵

☆ كتاب العلل للخلال، (۷٤) م ۳۱۱

مخالفت ثقات

راوی پر طعن کا سبب ثقات کی مخالفت بھی ہے جسکی سات صورتیں ہیں۔ لہذا سات عنوان اسکے لئے وضع کئے گئے ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں:۔

مدرج، مقلوب، المزید فی متصل المسانید، مضطرب، مصحف، شاذ، منکر۔

اجمالا یوں سمجھئے کہ مخالفت ثقات اسناد یا متن میں تبدیلی یا اضافہ کی صورت میں ہو تو مدرج ہے۔ تقدیم وتاخیر میں ہو تو مقلوب ہے۔ معتبر سند میں راوی کا اضافہ ہو تو المزید فی متصل الاسانید ہے۔ اگر راوی میں تبدیلی یا متن میں ایسا اختلاف جو تعارض کا سبب ہو اور کوئی وجہ ترجیح نہ ہو تو مضطرب ہے۔ اگر حروف میں تبدیلی ہو تو مصحف ہے۔ ثقہ اگر اوثق کی مخالفت کرے تو شاذ اور اسکے مقابل محفوظ ہے۔ ضعیف اگر ثقہ کی مخالفت کرے تو منکر اور اسکے مقابل معروف ہے۔

مدرج

تعریف: جس حدیث میں غیر کو داخل کر دیا جائے۔

دو قسمیں ہیں:۔

☆ مدرج الاسناد ☆ مدرج المتن

تعریف مدرج الاسناد: وہ حدیث جسکی سند کا وسط یا سیاق بدل دیا جائے۔

اس کی متعدد صورتیں ہیں لیکن اجمالی کلام یہ ہے

☆ راوی کو ایک حدیث چند شیوخ سے پہونچی جنہوں نے اس حدیث کو مختلف سندوں سے بیان کیا تھا، پھر اس راوی نے حدیث مذکور کو ان سب سے ایک سند کے ساتھ روایت کر دیا، اور انکی سندوں کا اختلاف بیان نہ کیا۔ جیسے۔

عن بندار عن عبد الرحمن بن مهدی عن سفیان الثوری عن واصل و منصور والاعمش عن ابی وائل عن عمر و بن شرجبیل عن عبدالله بن مسعود رضی الله تعالیٰ عنه قال : قلت: یا رسول الله ! ای الذنب اعظم ؟ قال : ان تجعل لله ندا وهو خلقك ، قال : قلت : ثم ماذا ؟ قال: ان تقتل ولدك خشیة ان یطعم معك ، قال : قلت : ثم ماذا؟ قال :ان تزنی حلیلة جارك ۔(۷۵)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا: یارسول اللہ! سب سے بڑا گناہ کونسا ہے؟ فرمایا: یہ کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو اسکا

شریک بنائے حالانکہ اس نے تجھے پیدا فرمایا: میں نے عرض کیا: پھر کونسا؟ فرمایا: اپنی اولاد کو اس خوف سے قتل کر دینا کہ وہ تیرے ساتھ مل کر کھائے گا۔ میں نے عرض کیا: پھر کونسا؟ فرمایا: اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا میں مبتلا ہو جانا۔

اس حدیث کی روایت میں واصل، منصور اور اعمش کی سندیں مختلف تھیں، کہ واصل کی سند میں عمرو بن شرحبیل نہ تھے، بلکہ ابو وائل ہیں، اور منصور و اعمش کی سند میں تھے۔

حضرت سفیان ثوری کے راوی عبدالرحمٰن بن مہدی نے حدیث مذکور کو سب سے بیک سند روایت کر دیا۔

☆ کسی شیخ کے نزدیک متن کا ایک حصہ ایک سند سے مروی تھا اور دوسرا حصہ دوسری سند سے۔ انکے شاگرد نے دونوں حصوں کو ان سے ایک سند کے ساتھ روایت کر دیا۔ جیسے۔

حدثنا عثمان بن ابی شیبة ، اخبرنا شریك عن عاصم بن كلیب عن ابیه عن وائل بن حجر قال: رأیت النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم حین افتتح الصلوة رفع یدیه حیال اذنیه ، قال : ثم أتیتهم فرأیتهم یرفعون ایدیهم الی صدورهم فی افتتاح الصلوة وعلیهم برانس واكیسه ۔ (٧٦)

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے نماز شروع کرتے وقت کانوں تک ہاتھ اٹھائے۔ کہتے ہیں: پھر میں ایک دوسرے موقع پر (سردی کے موسم میں) حاضر ہوا تو دیکھا کہ سب حضرات تکبیر تحریمہ میں صرف سینہ تک ہاتھ اٹھاتے ہیں اور اس وقت وہ ٹوپے اوڑھے تھے اور جبوں میں ملبوس۔

اس حدیث میں یہ جملہ 'ثم أتیتهم فرأیتهم الخ' عاصم کے نزدیک اس سند سے نہیں بلکہ دوسری سند سے ثابت تھا مگر انکے شاگرد 'شریک' نے اسے اول متن کے ساتھ ملا کر مجموعہ کو اس سند کے ساتھ عاصم سے روایت کر دیا۔

دوسری سند یوں ہے۔

حدثنا محمد بن سلیمان الانباری ، اخبرنا وكیع عن شریك عن

عاصم بن کلیب عن علقمة بن وائل عن وائل بنحجر قال :اتیت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی الشتاء فرأیت اصحابہ یرفعون ایدیھم فی ثیا بھم فی الصلوۃ ۔

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں موسم سرما میں حاضر ہوا تو میں نے آپکے صحابہ کو دیکھا کہ نماز میں اپنے ہاتھوں کو کپڑوں کے اندر ہی اٹھاتے ہیں۔

پہلی سند میں عاصم نے اپنے والد کلیب سے روایت کی ہے اورانہوں نے وائل بن حجر سے،۔جبکہ اس دوسری سند میں عاصم کی روایت علقمہ بن وائل سے ہے۔

☆ ایک شیخ کے نزدیک دو متن دو مختلف سندوں سے مروی تھے مگر انکے شاگرد نے دونوں کو ایک سند سے روایت کردیا۔ جیسے یہ دو حدیثیں امام مالک نے روایت کیں۔

مالک عن ابن شھاب عن انس بن مالک ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: لا تباغضوا و لا تحاسدوا و لا تدا بروا، وکونوا عباد اللہ اخوانا، ولا یحل لمسلم ان یھجر اخاہ فوق ثلث لیال ۔(۷۷)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آپس میں بغض نہ رکھو، حسد نہ کرو، قطع تعلق نہ کرو، اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار بندے بنکر آپس میں بھائی چارگی کے ساتھ رہو، کسی مسلمان کو جائز نہیں کہ وہ اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑے رہے۔

مالک عن ابی الزناد عن الاعرج عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال : ایاکم و الظن، فان الظن اکذب الحدیث، ولا تجسسوا ولا تحسسوا ولا تنافسوا ولا تحاسدوا ولا تباغضوا ولا تدا بروا، وکونوا عباد اللہ اخوانا۔(۷۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بدگمانی سے بچو کہ یہ بڑا جھوٹ ہے، کسی کی پوشیدہ باتیں نہ سنو اور کسی کی اندورن

خانہ جنگی نہ کرو۔) میں نہ پڑو، آپس میں ایک دوسرے کو نیچا نہ دکھاؤ اور باہم حسد نہ رکھو، اپنے درمیان بغض وعناد نہ رکھو اور قطع تعلق نہ کرو، اللہ تعالیٰ کے بندے بھائی بھائی بنکر رہو۔

پہلی حدیث حضرت انس سے مروی ہے اور دوسری حضرت ابو ہریرہ سے، امام مالک نے دونوں کو علیحدہ علیحدہ سندوں سے ذکر کیا۔

پہلی حدیث حضرت انس سے مروی ہے اس میں لفظ 'ولا تنافسوا' نہیں اور دوسری حضرت ابو ہریرہ سے اور اس میں یہ لفظ ہے۔ امام مالک نے دونوں حدیثوں کو علیحدہ علیحدہ سند سے ذکر کیا تھا۔ مگر امام مالک کے شاگرد سعید بن حکم المعروف بابن ابی مریم، نے دونوں روایتوں کو پہلی سند سے روایت کردیا۔ (۷۹)

☆ شیخ نے ایک سند بیان کی اور اس کا متن بیان کرنے سے پہلے کسی ضرورت سے کچھ کلام کیا، شاگرد نے اس کلام کو سند مذکور کا متن خیال کر کے اس سند کے ساتھ شیخ سے روایت کردیا۔

یہ چاروں صورتیں مدرج الاسناد کی ہیں۔

تعریف مدرج المتن:

جس متن حدیث میں غیر حدیث کو داخل کردیا جائے خواہ صحابی کا قول ہو یا بعد کے کسی راوی کا۔ نیز ادراج درمیان میں ہو یا اول وآخر میں۔ پھر اس کو حدیث رسول کے ساتھ اس طرح مخلوط کردیا جائے کہ دونوں میں امتیاز نہ رہے۔

☆ اول حدیث میں ادراج، جیسے:۔

خطیب بغدادی نے 'ابو قطن' اور 'شبابہ' سے ایک روایت یوں نقل کی ہے۔

عن شعبة عن محمدبن زياد عن ابی هريرة قال : قال رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم:اسبغو ا الوضوء ، ويل للأعقاب من النار ۔ (۸۰)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وضو میں خوب مبالغہ کرو، ایڑیوں کے لئے دوزخ کی تباہی ہے۔

اس حدیث میں ' اسبغوا الوضوء' حضرت ابو ہریرہ کا فرمان ہے جس کو ابو قطن

وغیرہ نے حدیث مرفوع میں مخلوط کر کے پیش کر دیا ہے۔

امام شعبہ سے روایت کرنے والے آدم اور محمد بن جعفر ہیں لیکن کسی میں یہ لفظ نہیں۔آدم سے بطریق شعبہ امام بخاری نے روایت لی ہے انکے الفاظ یہ ہیں:۔

عن آدم بن ابی ایاس ، ثنا شعبة ، ثنا محمد بن زیاد قال سمعت اباهريرة و كان يمر بنا و الناس بتو ضئون من المطهرة فيقول : اسبغوا الوضوء ، فان ابا القاسم صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: ويل للأعقاب من النار۔ (۸۱)

اس روایت سے یہ معلوم ہوا کہ 'اسبغوا الوضوء' حضرت ابو ہریرہ کا قول ہے۔

اورمحمد بن جعفر اور امام وکیع سے بطریق شعبہ امام مسلم نے روایت فرما کر ارشاد فرمایا:۔

وَليس فِي حَدِيث شعبة أسبغوا الوضُوء ۔(۸۲)

امام شعبہ کی حدیث میں اسبغوا الوضوء کے الفاظ نہیں۔

خیال رہے کہ یہ تفصیل حضرت ابو ہریرہ کی روایت کی بنا پر ہے ورنہ صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص سے جو روایت آئی اس میں یہ جملہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے یوں منسوب ہے۔

کہ آپ نے ارشاد فرمایا:۔

ويل للأعقاب من النار اسبغوا الوضوء ۔ (۸۳)

خشک ایڑیوں کیلئے جہنم کی ہلاکت ہے،وضو میں مبالغہ کرو۔

اور امام بیہقی نے ابو عبداللہ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بایں الفاظ مرفوعا روایت لی۔

انما مثل الذى يصلى ولا يركع ، وينقر فى سجوده كالجائع لا يأكل الا تمرة او تمرتين فماذا تغنيان عنه ، فاسبغوا الوضوء ، ويل للأعقاب من النار۔ (۸٤)

جو شخص نماز پڑھے اور رکوع وسجود اطمینان سے نہ کرے اس کی مثال ایسی ہے کہ بھوکے آدمی کو ایک دو کھجور کھانے کو ملیں،تو کیا یہ اس کو کفایت کریں گی،لہذا وضو میں مبالغہ کرو،سوکھی

ایڑیوں کے لئے دوزخ کی ہلاکت ہے۔

ان دونوں روایتوں میں وہ لفظ موجود اور خود حضور کی طرف منسوب ہے، لہذا ان سندوں کی رو سے حدیث کو مدرج المتن نہیں کہا جا سکتا۔

بلکہ دوسری روایت میں تو انتساب کو قوی بنانے کے لئے یہ الفاظ بھی ہیں کہ راوی حدیث ابوصالح اشعری نے ابوعبداللہ اشعری سے پوچھا۔

من حدثت بهم الحديث ، قال : امراء الاجناد ، خالد بن الوليد ، وعمر و بن العاص و شرحبيل بن حسنة و يزيد بن ابى سفيان كل هؤلا سمعوه من رسول الله الله تعالىٰ عليه و سلم۔ (٨٥)

یہ حدیث آپ سے کس نے بیان کی؟ بولے: لشکروں کے کے امیروں نے یعنی، خالد بن ولید، عمرو بن عاص، شرحبیل بن حسنہ اور یزید بن ابی سفیان نے۔ ان سب حضرات نے خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ حدیث سنی تھی۔

یہ حضرات خلافت فاروقی میں ملک شام میں فلسطین، اردمن، حمص، قنسرین اور دمشق کے امیر تھے۔

درمیان حدیث میں ادراج، جیسے:۔

عـن ام المومنين عائشة الصديقة رضى الله تعالىٰ عنه قالت : اول ما بدى بـه رسـول الله صلى الله تعالىٰ عليه و سلم من الوحى الرويا الصالحة فى النوم فكان لا يـرى رويا الا جاء ت مثل فلق الصبح ثم حبب اليه الخلاء و كان يخلو بغار حراء فيتـحـنـث فيه و هو التعبد الليالى ذوات العدد قبل ان ينزع الى اهله و يتزود لذلك ـ (٨٦)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر وحی نازل ہونے کا آغاز اچھے خوابوں سے ہوا، جو خواب بھی آپ دیکھتے اس کی تعبیر صبح روشن کی طرح ظاہر ہوتی، پھر آپ کے دل میں خلوت گزینی کی محبت ڈال دی گئی اور

آپ نے غار حراء میں خلوت اختیار فرمائی، چنانچہ آپ وہاں تحنث (یعنی عبادت) میں چند ایام مشغول رہتے جب تک قلب اپنے اہل وعیال کی طرف مائل نہ ہوتا، اتنے ایام کا توشہ ساتھ لیجاتے تھے۔

اس حدیث میں "وھو التعبد" درمیان حدیث میں ادراج ہے اور یہ امام از ہری کا قول ہے، کما فی الطیبی۔

☆ آخر حدیث میں ادراج، جیسے:۔

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال : قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم للعبد المملوك الصالح اجران ، و الذی نفسی بیدی لو لا الجھاد فی سبیل اللہ و الحج و برامی لا حببت ان اموت و انا مملوك ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نیک غلام کو دو اجر ملتے ہیں۔ قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے! اگر جہاد حج اور والدہ کی خدمت کا معاملہ نہ ہوتا تو مجھے یہ ہی پسند تھا کہ میں غلامی کی حالت میں ہی دنیا سے جاؤں۔

اس حدیث میں " نفسی بیدی الخ" سے پورا جملہ حضرت ابو ہریرہ کا قول ہے جو آخر حدیث میں مدرج ہے، اس لئے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس طرح کی تمنا نہیں کر سکتے تھے اور آپ کی والدہ ماجدہ بھی باحیات نہ تھیں جن کی خدمت غلامی سے مانع ہوتی۔

نیز یہ روایت:

عن ابی خیثمة زھیر بن معاویة عن الحسن بن الحر عن القاسم بن مخیمرة عن علقمة عن عبد اللہ بن مسعود ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علمه التشھد فی الصلوۃ فقال : قل التحیات للہ الی آخرہ فاذا قلت ھذا فقد قضیت صلوتك ، ان شئت ان تقوم فقم ، وان شئت ان تقعد فاقعد ۔ (۸۷)

حضرت علقمہ روایت کرتے ہیں حضرت عبد اللہ بن مسعود سے کہ رسول اللہ صلی اللہ

تعالی علیہ وسلم ۔نے آپ کونماز میں پڑھا جانے والا تشہد تعلیم فرمایا،تو ارشاد فرمایا: پڑھوالتحیات للہ الی آخرہ جب تم نے یہ پڑھ لیا تو نماز مکمل کرلی،چاہوتو کھڑے ہو جاؤ اور چاہوتو بیٹھے رہو۔

اس حدیث میں ''فاذا قلت'' سے آخر تک حضرت ابن مسعود کا قول ہے جو اپنے شاگرد حضرت علقمہ سے آپ نے بیان کیا تھا،حضور کا فرمان نہیں،لہذا ادراج آخر میں ہے۔

حکم ۔محدثین وفقہاء متفق ہیں کہ صحابہ کے بعد ادراج ناجائز ہے لیکن تشریح لفظ کیلئے جائز۔اسی لئے محتاط و محققین علماء سے بھی ایسا ادراج منقول ہے،بخاری شریف میں اس کی کثیر مثالیں موجود ہیں۔

تصانیف فن

☆ الفصل للوصل المدرج فی النقل للخطیب م ٤٦٣ ھ

☆ تقریب المنهج بترتیب المدرج لابن حجر م ٨٥٢ ھ

مقلوب

تعریف: وہ حدیث جس میں تقدیم وتاخیر کے ذریعہ تبدیلی کردی جائے۔

وہ قسمیں ہیں:۔

☆ مقلوب السند ☆ مقلوب المتن

مقلوب السند: راوی اوراس کی ولدیت میں تقدیم وتاخیر سے ہوتا ہے۔یا راوی مشہور کی جگہ دوسرے کا نام لے دیا جاتا ہے جیسے۔کعب بن مرۃ کومرۃ بن کعب،روایت کردینا،یا سالم بن عبد اللہ کی جگہ نافع کاذکر کردینا۔

مقلوب المتن: الفاظ حدیث کی تقدیم وتاخیر کے ذریعہ تبدیلی کردینا۔مثال جیسے:۔

عن ابی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه قال : قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم سبعة یظلهم الله فی ظله یوم لا ظلّ الا ظله الی ان قال ، و رجل تصدق بصدقة فاخفاها حتی لا تعلم یمینه ما تنفق شماله الحدیث ۔ (٨٨)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سات لوگ بروز قیامت اللہ تعالیٰ کے سایہ رحمت میں رہیں گے، انہیں میں وہ شخص بھی ہے جو پوشیدہ طور پر صدقہ دیا کرتا ہے اس طرح کی بائیں ہاتھ سے دیتا ہے تو داہنے کو خبر نہیں ہوتی۔

اس حدیث کے جملہ " حتی لا تعلم الخ " میں قلب واقع ہوا کیونکہ معروف و معتاد یہ ہی ہے کہ خرچ داہنے ہاتھ سے ہوتا ہے۔ اور صحیح معروف وہ ہے جس کو امام مالک اور امام بخاری نے روایت کیا۔

و رجل تصدق بصدقة فاخفا ها حتى لا تعلم شماله ما تنفق يمينه ۔(۸۹)

وہ شخص جو صدقہ اس طرح چھپا کر دیتا ہے کہ داہنا ہاتھ خرچ کرتا ہے تو بائیں کو خبر نہیں ہوتی۔

امام قاضی عیاض نے فرمایا، یہ قلب ناقلین سے واقع ہوا امام مسلم سے نہیں، اس پر دلیل یہ ہے کہ امام مالک نے فوراً بعد جو حدیث ذکر کی اس کو اسی حدیث کے مثل قرار دیا ہے، اور امام مالک کی روایت میں وہی ترتیب ہے جو بخاری سے گزری حتی کہ الفاظ بھی بعینہ وہی ہیں۔

کبھی مقلوب المتن کی صورت یہ ہوتی ہے کہ ایک سند دوسری حدیث کے ساتھ اور دوسری سند پہلی حدیث کے ساتھ ضم کر دی جاتی ہے، جیسے بغداد میں امام بخاری کا امتحان لینے کیلئے بعض لوگوں نے سو سے زائد احادیث میں ایسا ہی کیا تھا۔

قلب متعدد وجوہ سے ہوتا ہے:۔

- ☆ اپنا علمی تفوق ظاہر کرنا۔
- ☆ کسی دوسرے کا امتحان لینا۔
- ☆ خطاو سہو کی بنا پر۔

حکم: پہلی صورت میں ناجائز ہے۔ دوسری صورت میں اسی وقت جائز جبکہ اسی مجلس میں حقیقت واضح کر دی جائے۔ البتہ تیسری صورت والا معذور ہے۔ ہاں بکثرت ہو تو ضبط مجروح ہوگا اور

، وایت ضعیف قرار پائے گی۔

تصنیف فن

☆ رافع الارتیاب فی المقلوب من الاسماء و الا لقاب للخطیب ۔م ٤٦٣ھ

قلب سند میں یہ کتاب خصوصیت کی حامل ہے۔

المزید فی متصل الاسانید

تعریف: جس حدیث کی سند بظاہر متصل ہو لیکن سند میں کسی راوی کا اضافہ کردیا جائے۔

مثال: عن عبد الله بن المبارك قال : حدثنا سفيان عن عبد الرحمن بن يزيد ، حدثني بسر بن عبيد الله قال: قال سمعت ابا ادريس قال : سمعت واثلة بن الاسقع يقول : سمعت ابا مرثد الغنوی يقول سمعت النبی صلی الله تعالیٰ عليه وسلم يقول :لا تجلسوا علی القبو ر ولا تصلوا اليها ۔ (۹۰)

ابو مرثد غنوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: قبروں پر نہ بیٹھو اور نہ ان کی طرف رخ کرکے نماز پڑھو۔

اس حدیث کی سند میں دو راویوں کی زیادتی ہے۔

☆ سفیان ☆ ابوادریس

یہ زیادتی محض وہم کی بنیاد پر ہے۔

☆ سفیان کی زیادتی امام عبداللہ بن مبارک سے نقل کرنے والے رواۃ کے وہم کی بنا پر ہے۔ کیونکہ ثقہ حضرات نے ابن مبارک کے بعد براہ راست عبدالرحمٰن بن یزید کی روایت نقل کی۔(۹۱)

اور بعض راویوں نے تو ''عن'' کے بجائے صریح ''اخبرنا'' استعمال کیا ہے۔

☆ ابوادریس کا اضافہ خود ابن مبارک کا ہے، اس لئے کہ ان کے استاذ عبدالرحمٰن سے

روایت کرنے والے ثقات کی ایک جماعت نے ابوادریس کا ذکر نہیں کیا اور بعض نے تو تصریح کردی ہے کہ ''بسر'' نے براہ راست 'واثلہ'' سے سنا ہے۔(۹۲)

حکم: وہم کی بنا پر مردود ہوتی ہے، ہاں زیادتی کرنے والا اپنے مقابل سے فائق ہوتو پھر راجح و مقبول ہے۔اور دوسری منقطع ،لیکن یہ انقطاع خفی ہوتا جس سے حدیث مرسل خفی ہوجاتی ہے۔

تصنیف فن

☆ تمیز المزید فی متصل الاسانید للخطیب ، م۴۶۳

یہ اس فن کی اہم کتاب ہے۔

مضطرب

تعریف: وہ حدیث جس کے تمام راوی ثقہ اور ہم پلہ ہوں لیکن مختلف صورتوں کے ساتھ مروی ہو۔کبھی ایک راوی سے ہی اختلاف منقول ہوتا ہے کہ انہوں نے روایت متعدد مواقع پر کی ،اور کبھی راوی چند ہونے کی وجہ سے اختلاف ہوتا ہے۔

واضح رہے کہ اختلاف ایسا شدید ہو کہ ان کے درمیان تطبیق وتوفیق ممکن نہ ہو۔پھر یہ بھی ضروری کہ تمام روایات قوت ومرتبہ میں مساوی و برابر ہوں کہ ترجیح بھی ناممکن ہو،اگر ترجیح یا توفیق ممکن ہوئی تو اضطراب متحقق نہیں ہوگا۔

اضطراب کی دوقسمیں ہیں:

اضطراب فی السند   اضطراب فی المتن

مثال قسم اول: یہ قسم ہی زیادہ وقوع پذیر ہے۔جیسے:

حدثنا مسدد ، حدثنا بشر بن المفضل ، حدثنا اسماعیل ابن امیه حدثنی ابو عمرو بن محمد بن حریث انه سمع جده حریثا یحدث عن ابی هریرة ان رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال : اذا صلی احدکم فلیجعل تلقاء وجهه شیئا ، فان لم یجد فلینصب عصا ، فان لم یکن معه عصا فلیخطط خطا ثم لا یضره

ما مرا مامه ۔ (۹۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں کوئی نماز پڑھنے کھڑا ہوتو اپنے سامنے سترہ قائم کرے، اگر کوئی چیز نہ ملے تو اپنا عصا ہی نصب کرے، اور عصا بھی نہ ہوتو ایک خط کھینچ لے کہ اس کے سامنے سے گزرنے میں پھر کوئی حرج نہ ہوگا۔

اس حدیث کو اسماعیل بن امیہ سے بشر بن مفضل اور روح بن قاسم نے بسند مذکور روایت کیا، ان دونوں حضرات کی روایت میں ابوعمرو کے بعد راوی ان کے جد ''حریث'' ہیں اور ان کے والد کا نام محمد ہے۔

اور حضرت امام سفیان ثوری کی روایت ''اسماعیل بن امیہ'' سے اس طرح ہے۔

عن ابی عمر و بن حریث عن ابیه عن ابی هریرة۔

اس سند میں ابوعمرو، کے بعد راوی اگر چہ حریث ہیں مگر ان کو ابوعمرو کا والد قرار دیا ہے۔

اور حمید بن اسود کی روایت اسماعیل بن امیہ سے اس طرح ہے:۔

عن ابی عمرو بن محمد بن حریث بن سلیم عن ابیه عن ابی هريرة ۔

اس میں ابوعمرو کے بعد راوی ان کے والد ''محمد'' ہیں اور ''حریث'' کے والد کا نام ''سلیم'' ذکر کیا ہے۔

اور وہیب وعبدالوارث کی روایت اسماعیل بن امیہ سے یوں ہے۔

عن ابی عمرو بن حریث عن جده۔

اس میں ابوعمر کے بعد راوی ان کے جد حریث ہیں مگر والد کا نام بھی حریث بتایا ہے۔

اور ابن جریج کی روایت اسمعیل بن امیہ سے اس طرح ہے:۔

عن ابی عمرو عن حريث بن عمار عن ابی هريرة۔

اس میں ابوعمرو کے بعد اگر چہ حریث ہیں مگر ان کے والد کا نام عمار بیان کیا گیا ہے۔

اس سند میں اس طرح کے اور بھی اضطراب ہیں۔ (۹۴)

مثال قسم ثانی، جیسے:

حدثنا عبد الله بن عبد الرحمن نا محمد بن الطفيل عن شريك عن ابی حمزة عن عامر عن فاطمة بنت قيس عن النبی صلی الله تعالیٰ عليه وسلم قال : ان فی المال حقا سوی الزکوة ۔ (۹۵)

حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بیشک مال میں زکوۃ کے علاوہ بھی ایک حق ہے۔

دوسری روایت اس طرح ہے:

حدثنا علی بن محمد، ثنا يحيی بن آدم عن شريك عن ابی حمزة عن الشعبی عن فاطمة بن قيس **انها سمعته** تعنی النبی صلی الله تعالیٰ عليه وسلم يقول: ليس فی المال حق سوی الزکوة۔ (۹۶)

حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بیشک مال میں زکوۃ کے علاوہ اور کوئی حق نہیں۔

پہلی حدیث میں زکوۃ کے علاوہ مال میں کچھ اور حقوق بھی فرمائے تھے اور اس میں نفی ہے۔ لہذا یہ متن میں اضطراب ہوا۔

حکم:- اضطراب چونکہ راوی کے ضبط کی کمزوری کو بتاتا ہے۔ لہذا ایسی احادیث ضعیف قرار پاتی ہیں۔ اور اس کا مرتبہ مقلوب کے بعد ہے۔

تصنیف فن

☆ المقترب فی بيان المضطرب لا بن حجر،

اس فن کی نادر کتاب ہے۔

مصحف

تعریف : وہ حدیث جس کے کسی کلمہ کو ثقہ روایت کی روایت کے خلاف نقل کیا جائے۔ یہ

اختلاف خواہ لفظی ہو یا معنوی۔ اس میں تین قسمیں جاری ہوتی ہیں۔

☆ باعتبار منشاء و باعث

☆ باعتبار محل

☆ باعتبار لفظ و معنی

اول کی دو قسمیں ہیں:

☆ مصحف البصر ☆ مصحف السمع

مصحف البصر : وہ حدیث جس میں رسم الخط کے نقص یا نقطوں کی عدم موجودگی کی وجہ سے اشتباہ ہو جائے۔ جیسے:۔

عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنھما قال۔ قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : من صام رمضان و اتبعه ستا من شوال خرج من ذنوبه کیوم ولدته امه ۔ (۹۷)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے رمضان کے روزے رکھے اور پھر اس کے بعد شوال کے چھ روزے بھی تو وہ گناہوں سے ایسا پاک ہو گیا جیسے اپنی پیدائش کے دن گناہوں سے پاک تھا۔

اس حدیث کو بعض نے "ستا" کی جگہ "شیئا" سمجھا۔

مصحف السمع : وہ حدیث جس کو راوی اپنی سماعت کی کمزوری یا متکلم سے دوری کے سبب کچھ کا کچھ سمجھ لیتا ہے۔

جیسے عاصم الاحوال کو بعض نے عاصم الاحدب سمجھ کر روایت کر دیا۔

مصحف باعتبار محل کی بھی دو قسمیں ہیں:۔

☆ مصحف السند ☆ مصحف المتن

مصحف السند : جس حدیث کی سند میں تصحیف ہو۔ جیسے:۔

عن شیبة عن العوام بن مراجم عن ابی عثمان النهدی عن عثمان بن عفان

رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال : قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لتؤدن الحقوق الی اھلھا ۔ (۹۸)

امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہیں حق والوں کے حقوق ضرور ادا کرنا ہوں گے۔

اس حدیث کی سند میں عوام بن مراجم کو یحیی بن معین نے مزاحم پڑھا جو اسی زمانہ میں رد کردیا گیا تھا۔(۹۹)

مصحف المتن: وہ حدیث جس کے متن میں تصحیف واقع ہو، جیسے،

عن زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال : ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم احتجر فی المسجد ۔ (۱۰۰)

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسجد میں چٹائی سے آڑ کی۔

اس حدیث کو ابن لہیعہ نے کتاب موسیٰ بن عقبہ سے نقل کر کے، احتجم فی المسجد ، کر دیا، یعنی آپ نے مسجد میں فصد کھلوائی۔

یہ متن میں تصحیف ہوئی، وجہ یہ تھی کہ ابن لہیعہ نے شیخ سے سنے بغیر محض کتاب سے یہ حدیث نقل کی جس کی وجہ سے یہ غلطی ہوقع ہوئی۔(۱۰۱)

اور جیسے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حدیث:۔

رمی ابی یوم الاحزاب علی اکحلہ فکواہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۔

اس حدیث میں 'غندر' سے یہ تحریف واقع ہوئی کہ انہوں نے لفظ 'اُبی' کو مضاف مضاف الیہ کر کے روایت کر دیا حالانکہ یہ لفظ 'اُبی' ہے اور اس سے مراد اُبی بن کعب ہیں انہیں کا یہ واقعہ ہے جو حدیث میں ذکر ہوا۔ اور تحریف کی صورت میں تو یہ واقعہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد کا قرار پائے گا اور یہ درست نہیں، کیونکہ وہ تو جنگ احزاب سے پیشتر جنگ احد میں

شہید ہو چکے تھے۔(۱۰۲)

☆ لفظ و معنی کے اعتبار سے بھی دو قسمیں ہیں:۔

☆ مصحف اللفظ ☆ مصحف المعنی

مصحف اللفظ: وہ حدیث جس کے لفظ میں تصحیف ہو، اکثر یہی صورت پیش آتی ہے۔

اس کی دو قسمیں ہیں:۔

☆ مصحف الشکل ☆ مصحف النقط

مصحف الشکل: وہ حدیث جس کے خط کی صورت تو باقی رہے لیکن حروف کی حرکت بدل جائے۔ جیسے:۔

حضرت عرفجہ کی حدیث میں 'یوم کُلاب' کو 'یوم کِلاب' بتانا۔

بعض نے اس کو محرف کا نام دیا ہے۔(۱۰۳)

مصحف النقط: جس کے خط کی صورت تو باقی رہے لیکن نقطوں میں تبدیلی ہو جائے۔ جیسے گزشتہ مثال۔

مراجم کو مزاحم پڑھنا۔

مصحف المعنی: وہ حدیث جس کے معنی کو اصلی معنی مراد سے پھیر دینا جیسے:

ابو موسی عنزی کا بیان ہے کہ ہماری قوم کو بڑا شرف حاصل ہے کہ حضور نے ہمارے قبیلہ عنزہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی۔ حالانکہ حدیث میں عنزہ سے مراد نیزہ تھا، اور یہ اپنے قبیلہ کو سمجھے۔ تفصیل ہماری کتاب حفاظت حدیث میں ملاحظہ فرمائیں۔

حکم: اگر کسی راوی سے اتفاقاً یہ عمل سرزد ہو جائے تو ضبط متاثر نہیں ہوتا کہ تھوڑی بہت غلطی سے تو شاذ و نادر ہی کوئی بچتا ہے۔ اگر بکثرت ہو تو عیب ہے اور ضبط مجروح۔ اکثر و بیشتر تصحیف کا سبب یہ ہوتا تھا کہ راوی استاذ و شیخ کے بجائے کتب و صحائف سے حدیث حاصل کرتا تھا جس کے متعلق ایک زمانہ تک یہ نظریہ رہا کہ اس طرح تحصیل حدیث منع ہے، لیکن جب مدون ہو گیا اور محض زبانی یادداشت پر تکیہ نہ رہا تو وہ ممانعت بھی نہ رہی۔

مشہور تصانیف فن

☆ التصحیف للدار قطنی م ۳۸۵ھ

☆ اصلاح خطاء المحدثین للخطابی م ۳۲۸ھ

☆ تصحیفات المحدثین للعسکری م ۳۸۲ھ

شاذ و محفوظ

تعریف: وہ حدیث جسے کوئی مقبول عادل راوی ایسے راوی کے خلاف روایت کرے جو مرتبہ میں اس سے فائق ہے۔

اس کے مقابل کو محفوظ کہتے ہیں:۔

شاذ کی دو قسمیں ہیں:۔

☆ شاذ السند ☆ شاذ المتن

شاذ السند: وہ حدیث جس کی سند میں شذوذ ہو۔ جیسے:۔

عن سفیان بن عینیة عن عمر و بن دینار عن عوسجة عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما ان رجلا توفی علی عھد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و لم یدع وارثا الا مولی ھو اعتقہ ۔(۱۰۴)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد پاک میں ایک شخص کا انتقال ہوا اور اس نے اپنے آقا کے سوا جس نے اسے آزاد کیا تھا کسی دوسرے کو وارث نہ چھوڑا۔

یہ حدیث متصل ہے، سفیان کی طرح ابن جریج نے بھی اسے موصولا روایت کیا ہے۔

لیکن حماد بن زید نے مرسلا روایت کیا۔ یعنی حضرت ابن عباس کو واسطہ نہیں بنایا۔

چونکہ دونوں طرح کی روایتوں یعنی موصول و مرسل کے راوی ثقہ ہیں، لیکن حماد بن زید، کے مقابلہ میں سفیان کی روایت کو متعدد ثقہ حضرات نے ذکر کیا ہے، لہذا موصول راجح اور مرسل

مرجوح قرار دی گئی اور مذکورہ سند محفوظ اور اس کے مقابل شاذ ہوئی۔

شاذ المتن: وہ حدیث جس کے متن میں شذوذ ہو۔ جیسے:۔

عن عبد الواحد بن زیاد عن الاعمش عن ابی صالح عن ابی هريرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: اذا صلی احدکم الفجر فلیضطجع عن یمینہ۔ (۱۰۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم نماز فجر پڑھ لو تو داہنی کروٹ پر لیٹ جاؤ۔

یہ حدیث قولی ہے۔ لیکن دوسرے ثقہ حضرات نے اس حدیث کو حضور کے فعل کے طور پر ذکر کیا ہے۔ امام بیہقی کہتے ہیں، عبدالواحد نے حدیث قولی روایت کر کے متعدد ثقہ رواۃ کی مخالفت کی ہے۔ اور یہ اپنی اس روایت میں تنہا ہیں۔ لہذا ان کی روایت "شاذ" اور دوسرے حضرات کی "محفوظ" ہے۔

منکر ومعروف

تعریف منکر: وہ حدیث جس کا راوی ضعیف ہو اور معتمد رواۃ کی حدیث کے خلاف روایت کرے۔

اس کے مقابل کو معروف کہتے ہیں:۔

مثال: ابن ابی حاتم کی روایت بطریق حبیّب بن حبیب:۔

عن ابی اسحاق عن العیزار بن حریث عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: من اقام الصلوۃ و آتی الزکوۃ و حج البیت و صام و قری الضیف دخل الجنۃ ۔ (۱۰۶)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے نماز پڑھی، زکوۃ دی، حج بیت اللہ کیا، رمضان کے

روزے رکھے اور مہمان نوازی کی وہ جنت میں داخل ہوا۔

ابو حاتم کا کہنا ہے کہ یہ روایت منکر ہے، کیونکہ ثقہ رواۃ نے اس حدیث کو موقوفا روایت کیا یعنی حضرت ابن عباس کا قول بتایا ہے، لہذا اس مخالفت کی بنیاد پر ابو اسحاق کی یہ روایت منکر قرار پائی۔ اور باقی دوسرے ثقہ راویوں کی معروف۔ (۱۰۷)

انتباہ: بعض حضرات نے ''شاذ و منکر'' میں مخالفت کا اعتبار نہیں کیا اور شاذ کی تعریف یہ کی۔

اس حدیث کو کہتے ہیں جس کو ثقہ نے روایت کیا اور اس روایت مین منفرد ہو، اور اس کے لئے کوئی اصل مؤید پائی جائے۔ یہ تعریف ثقہ کے فرد صحیح پر صادق آتی ہے۔ اور اول تعریف صادق نہیں۔ اور بعض نے ''شاذ'' میں نہ راوی کے ثقہ ہونے کا اعتبار کیا اور نہ خالفت کا۔

ایسے ہی منکر کو صورت مذکورہ کے ساتھ خاص نہیں کیا یہ لوگ فسق اور فرط غفلت اور کثرت غلط کے ساتھ مطعون کی حدیث کو منکر کہتے ہیں۔ یہ اپنی اپنی اصطلاح ہے۔

و للناس فیما یعشوقون مذاھب۔ (۱۰۸)

منکر کی بایں معنی تعریف اور قدرے تفصیل متروک کے بعد اس سے قبل ذکر کی جا چکی ہے۔

ابن صلاح نے منکر مقابل معروف کو مقسم قرار دیکر شاذ اور منکر کو اس کی قسمیں بتایا ہے۔

حکم: شاذ کے راوی ثقہ نہیں تو یہ مردود ہے ورنہ مرجوح ہوگی اور منکر مردود ہے۔ البتہ محفوظ و معروف راجح اور مقبول ہوتی ہے۔

زیادتی ثقات

تعریف: زیادتی ثقات سے مراد راویوں کی جانب سے احادیث میں منقول وہ زائد کلمات ہیں جو دوسروں سے منقول نہ ہوں۔

زیادتی ثقات دراصل مخالفت ثقات کا ایک پہلو ہے اور گزشتہ اوراق میں ذکر کردہ اقسام دراصل اسی اصل کے جزئیات ہیں جیسا کہ مذکورہ تفصیلات سے ظاہر ہے۔ لیکن ان کے عناوین مستقل تھے لہذا ان کو علیحدہ ذکر کر دیا گیا۔

اب زیادتی ثقات کو علیحدہ ایک مستقل علم وفن اور باب قرار دیکر اس سے بحث مقصود ہے۔زیادتی متن میں بھی ہوتی اور سند میں بھی۔

متن میں زیادتی کی تین قسمیں ہیں:۔

☆زیادتی منافی ☆زیادتی غیر منافی ☆زیادتی منافی از بعض وجود

زیادتی منافی: ایسی زیادتی جو دوسرے ثقات یا اوثق کی روایت کے منافی ومعارض ہو۔

مثال جیسے:۔

عن عقبة بن عامر قال : قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم : يوم عرفة و يوم النحر و ايام التشريق عيدنا اهل الاسلام و هي ايام اكل و شرب ۔ (۱۰۹)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یوم عرفہ و ذوالحجہ اور یوم نحر ۱۰ر ذوالحجہ اور ایام تشریق ۱۱/۱۲/۱۳ر ذوالحجہ ہم مسلمانوں کی عید کے ایام ہیں اور یہ کھانے پینے کے دن ہیں۔

اس حدیث میں ''یوم عرفۃ'' کی زیادتی ہے اور یہ زیادتی صرف موسی بن علی سے منقول ہے باقی طرق میں منقول نہیں۔اور یہ دیگر روایات کے منافی بھی ہے کہ دوسری روایتوں میں تو ۹ر ذوالحجہ کے روزہ کی فضیلت بیان کی گئی ہے اور اس میں ممانعت۔

حکم: یہ مثل شاذ ہے:۔

زیادتی غیر منافی: ایسی زیادتی جو معارض ومنافی نہ ہو۔

مثال: عن الاعمش عن ابی رزين و ابی صالح عن ابی هريرة رضی الله تعالىٰ عنه قال : قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم : اذا ولغ الكلب فی اناء احدكم ليغسله سبع مرار۔ (۱۱۰)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب کتا تمہارے برتن میں منہ ڈالے تو اس کو سات مرتبہ دھولو۔

امام اعمش تک تمام راوی اس متن پر متفق ہیں لیکن آپ کے بعد آپ کے تلامذہ میں

علی بن مسہر نے "فَلْیُرِقْه "کا اضافہ کردیا۔

یعنی برتن دھونے سے پہلے پانی کو بہادے۔

امام مسلم فرماتے ہیں:۔

حدثنی محمد بن الصباح قال : نا اسماعیل بن زکریا عن الاعمش بھذا الاسناد مثلہ و لم یذکر ، فلیرقه ۔(۱۱۱)

حکم: یہ زیادتی ثقہ کی ہے اوراصل روایت کے منافی نہیں ،لہذا ثقہ کی مستقل روایت کے حکم میں مقبول ہوگی۔

زیادتی منافی از بعض وجوہ: وہ زیادتی جو بعض وجوہ سے منافی ہواور بعض اعتبار سے نہیں۔

مثال: جیسے:۔

عن حذیفة رضی اللہ تعالیٰ عنه قال : قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم : فضلنا علی الناس بثلث (الی ان قال) و جعلت لنا الارض کلها مسجدا و جعلت تربتها لنا طهورا ۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:ہمیں لوگوں پر تین چیزوں میں فضیلت دی گئی ،(آخر میں فرمایا) اور ہمارے لئے تمام زمین مسجد بنادی گئی،اوراس کی مٹی پا کی حاصل کرنے یعنی تیمم کا ذریعہ بنادی گئی۔

اس حدیث میں ’’و تربتھا " کالفظ صرف ابو مالک اشجعی سے مروی ہےاور کسی سے نہیں،دوسری روایتوں کے الفاظ یہ ہیں۔

و جعلت لنا الارض مسجد او طهورا ۔

اس زیادتی کے ذریعہ کبھی عام کی تخصیص اور کبھی مطلق کی تقیید ہوتی ہے۔امام نووی فرماتے ہیں:

امام شافعی اور امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس زیادتی کو معتبر قرار دیتے ہوئے لفظ

مٹی) سے تیمّم جائز قرار دیا اور جن احادیث میں مطلق ارض کا ذکر ہے ان کو اسی پر محمول فرمایا۔ بر خلاف امام اعظم وامام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہ آپ نے جمیع اجزائے زمین سے تیمّم کو جائز فرمایا ہے۔لہذ مطلق اپنے اطلاق پر رہے گا اور مقید اپنی تقیید پر۔

سند میں زیادتی: سند میں زیادتی کی متعدد صورتیں ہیں جن کی تفصیل مستقل عناوین کے ساتھ گزر چکی۔

جیسے۔المزید فی متصل الاسانید۔

زیادتی ثقہ کے تحت خاص طور پر حدیث کے وصل وارسال،اور وقف ورفع کا تعارض زیر بحث آتا ہے۔

جہالت راوی

عدالت میں طعن کے وجوہ پانچ شمار کئے گئے تھے،ان میں سے کذب اور اتہام کذب کا بیان موضوع اور متروک کے عنوان سے کیا جا چکا۔اور فسق راوی کا ذکر منکر کے ضمن میں گزرا اب جہالت راوی کا بیان ہے۔

جہالت راوی سے مراد یہ ہے کہ راوی کی عدالت ظاہری اور باطنی معلوم نہ ہو ایسے راوی کو ’’مجہول الحال‘‘ کہتے ہیں اور اس کی حدیث کو ’’مبہم‘‘۔

جیسے کہتے ہیں:۔

حدثنی رجل۔ یا حدثنی شیخ۔

ایسے راوی کی حدیث مقبول نہیں۔ہاں اگر حدیث مبہم بلفظ تعدیل وارد ہو،جیسے حدثنی ثقہ، یا’اخبرنی عدل‘ تو اس میں اختلاف ہے۔اصح یہ ہے کہ مقبول نہیں۔کیونکہ جائز ہے کہ کہنے والے کے اعتقاد میں عدل ہو اور نفس الامر میں نہ ہو۔اور اگر کوئی امام حاذق یہ الفاظ فرمائے تو مقبول ہے۔اور اگر راوی کی عدالت ظاہری معلوم ہے اور باطنی کی تحقیق نہیں اس کو مستور کہتے ہیں اور اگر راوی سے صرف ایک ہی شخص نے روایت کی ہے تو اس کو مجہول العین کہتے ہیں،ان دونوں کی روایت محققین کے نزدیک قابل احتجاج ہے۔

امام نووی قدس سرہ القوی منہاج میں فرماتے ہیں:۔

المجهول اقسام ، مجهول العدالة ظاهرا و باطنا ، و مجهولها باطنا مع وجودها ظاهرا و هو المستور ، ومجهول العين ۔ فاما الاول فالجمهور على انه لا يحتج به ،اما الآخران فاحتج بهما كثيرون من المحققين ۔ (۱۱۲)

اس کی بعض تفصیلات حسب ذیل ہیں:۔

راوی کبھی کثرت صفات والقاب کی وجہ سے،کبھی قلت روایت کی وجہ سے اور کبھی نام کی عدم صراحت کی وجہ سے مجہول ہوتا ہے۔

کثرت صفات: جن الفاظ وکلمات سے راوی کو ذکر کیا جاتا ہے ان کی کثرت خواہ وہ حقیقی نام وکنیت ہو، یالقب ووصف، یانسب و پیشہ۔راوی ان میں سے کسی ایک سے معروف ہوتا ہے اور ذکر کرنے والا کسی خاص مقصد کے تحت غیر مشہور نام و وصف استعمال کرتا ہے۔لہذا یہ سمجھا جاتا ہے کہ یہ پوری ایک جماعت کے نام ہیں حالانکہ ان سب کا مصداق ایک ہی آدمی ہوتا ہے۔

مثال: محمد بن سائب بن بشر کلبی۔بعض نے دادا کی طرف منسوب کر کے محمد بن بشر، ذکر کیا۔ بعض نے ان کا نام ''حماد'' لکھا ۔کنیتوں میں کسی نے ابونصر بیان کی۔کسی نے ''ابوسعید'' اور کسی نے ابو ہشام۔اس سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ یہ متعدد اشخاص کے نام ہیں حالانکہ صرف ایک شخص ہیں۔

قلت روایت: راوی سے نقل روایت کا سلسلہ نہایت محدود ہوتا ہے کہ بعض اوقات ایک ہی شخص ان سے روایت کرتا ہے۔اس وجہ سے راوی مجہول سمجھا جاتا ہے۔

مثال:۔ابوالعشر اءدارمی۔یہ تابعین میں سے ہیں،ان سے صرف ''حماد بن ابی سلمہ'' نے روایت کی ہے۔

نام کی عدم صراحت: حدیث کے راوی کا نام نہ لینا،خواہ اختصار کے پیش نظر ہو خواہ کوئی دوسرا سبب۔

مثال :راوی یوں کہے:۔

اخبرنی فلان ، اخبرنی شیخ ، اخبرنی رجل۔

امام اعظم کے نزدیک مجہول کے احکام

مجہول العین : یہ کوئی جرح نہیں ، اس کی حدیث جب غیر مقبول ہوگی جبکہ سلف نے اسے مردود قرار دیا ہو، یا یہ کہ اس کا ظہور عہد تابعین کے بعد ہو۔ اگر قرون ثلثہ میں ہو تو مطلقا مقبول ہے۔ مجہول الاسم کا بھی یہی حکم ہے۔ اور مجہول الحال راوی مقبول ہے۔

بدعت

راوی کی عدالت میں طعن کا سبب بدعت بھی ہے ۔

بدعت سے مراد اہل سنت و جماعت کے خلاف کسی چیز کا اعتقاد رکھنا بشرطیکہ یہ اعتقاد کسی تاویل پر مبنی ہو۔

ایسے بدعتی کی حدیث جمہور کے نزدیک مقبول نہیں ۔ اور بعض کے نزدیک مقبول ہے بشرطیکہ موصوف بالصدق ہو۔ اور بعض نے فرمایا کہ اگر وہ بدعتی ضروریات دین میں سے کسی ضروری چیز کا منکر ہے تو اس کی حدیث مردود ہے ورنہ مقبول بشرطیکہ ضبط، ورع، تقوی، احتیاط اور صیانت کے ساتھ متصف ہو۔

لیکن مختار مذہب یہ ہے کہ اگر وہ اپنی بدعت کی جانب دعوت دیتا اور اس کی ترویج کرتا ہے تو اس کی حدیث مقبول نہیں ورنہ مقبول کی جائے گی ۔ بالجملہ اہل بدعت سے اخذ حدیث میں ائمہ مختلف ہیں اور احتیاط اسی میں ہے کہ ان سے حدیث اخذ نہ کی جائے کہ یہ لوگ اپنے مذہب کی ترویج کے واسطے احادیث گڑھتے اور بعد توبہ اعتراف کرتے تھے۔ (۱۱۴)

سوء حفظ

راوی کے ضبط میں طعن کے وجوہ بھی پانچ شمار کئے گئے تھے، ان میں سے فرط غفلت اور کثرت غلط کو منکر کے تحت ذکر کیا گیا تھا، اور کثرت وہم حدیث **معلل** کے ضمن میں بیان ہوا، اور مخالفت ثقات کو مدرج وغیرہا سات اقسام میں شمار کیا، اب فقط سوء حفظ کا ذکر باقی ہے، اس

کے سلسلہ میں اجمالی کلام یہ ہے۔

☆لازم ☆طاری

لازم: وہ ہے جو تمام احوال میں پایا جائے، ایسے راوی کی حدیث معتبر نہیں ۔
طاری: وہ ہے جو پہلے نہ تھا کسی سبب سے حادث ہوگیا، جیسے پیرانہ سالی، یا ذہاب بصارت، یا فقدان کتب، ایسے راوی کو مختلف کہتے ہیں۔اس کی اختلاط سے پہلے کی احادیث قبول کی جائیں گی بشرطیکہ اختلاط سے بعد کی روایتوں سے ممتاز ہوں۔اور اگر ممتاز نہیں تو توقف کیا جائیگا۔اور اگر مشتبہ ہیں تب بھی ان کا حکم توقف ہے۔اگر ان کے واسطے متابعات وشواہد دستیاب ہو گئے تو مقبول ہو جائیں گی۔(۱۱۴)

ضروری وضاحت

تعدد طرق سے حدیث کو تقویت حاصل ہوتی ہے۔اس اصول کے تحت حسن لذاتہ کو صحیح لغیرہ کا درجہ ملتا ہے۔راوی کا ضعف سوء حفظ، یا جہالت کی وجہ سے ہو تو حدیث حسن لغیرہ ہو جاتی ہے۔متروک ومنکر احادیث اسی جیسے رواۃ کے تعدد طرق سے مروری ہوں تو مستور اور سوء حفظ کے حامل کی روایت کے درجہ میں شمار ہوتی ہے۔اب اگر مزید تائید میں کوئی ایسی ضعیف حدیث مل جائے جس کے ضعف کو گوارہ کیا جاسکتا ہے تو پورا مجموعہ حسن لغیرہ کی منزل میں آجائے گا۔

اعتبار

تعریف: کسی حدیث کی حیثیت جاننے کے لئے دوسری احادیث پر غور کرنا یعنی یہ جاننا کہ کسی دوسرے نے اس حدیث کو روایت کیا ہے یا نہیں اگر روایت کیا ہے تو اس کی نوعیت کیا ہے، دونوں میں موافقت ہے یا مخالفت، اگر موافقت ہے تو لفظی ہے یا معنوی، نیز دونوں کی روایت ایک صحابی سے ہے یا دو سے۔اگر مخالفت ہے تو دونوں کے راویوں میں باہم کیا نسبت ہے کہ کسی ایک کو ترجیح ہو۔اگر تحقیق سے معلوم ہو جائے کہ اس حدیث کو کسی دوسرے نے روایت نہیں کیا تو وہ فرد وغریب ہے۔

ہار، کسی دوسرے نے موافقت کے ساتھ روایت کیا ہے تو حسب تفصیل دوسری حدیث کو متابع اور شاہد کہتے ہیں۔ اور مخالفت کیساتھ روایت کیا تو وہ تمام تفصیلات آپ شاذ و منکر وغیرہا کے بیان میں پڑھ چکے ہیں۔

اس تفصیل سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ متابعت سے تائید وتقویت حاصل ہوتی ہے یہ ضروری نہیں کہ متابعت کرنے والا راوی اصل راوی کے مرتبہ میں مساوی ہو بلکہ کم مرتبہ کی متابعت بھی معتبر ہے۔

متابع وشاہد

تعریف متابع: اکثر کے نزدیک وہ حدیث جس کو ایک ہی صحابی سے لفظ و معنی یا صرف معنی کی موافقت سے ذکر کیا جائے۔

تعریف شاہد: اکثر کے نزدیک وہ حدیث جس کو چند صحابہ سے لفظ و معنی یا صرف معنی کی موافقت سے ذکر کیا جائے۔

بعض حضرات موافقت فی اللفظ کو متابع اور موافق فی المعنی کو شاہد کہتے ہیں۔ خواہ ایک صحابی سے مروی ہو یا دو سے۔ اور کبھی تابع وشاہد ایک معنی میں بولے جاتے ہیں۔

جرح وتعدیل

جرح وتعدیل سے متعلق آپ پڑھ چکے کہ تعدیل راوی کی عدالت وضبط کے تحقیق کو کہتے ہیں اور جرح سے مراد وہ امور ہیں جو ان دونوں پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ جن کی تفصیلی تعداد تیرہ بیان کی جاتی ہے۔

عدالت پر اثر انداز:

☆ کذب ☆ اتہام کذب ☆ فسق ☆ بدعت ☆ جہالت

ضبط پر اثر انداز:

☆ زیادۃ غلط ☆ سوء حفظ ☆ فرط غفلت ☆ زیادت وہم

☆مخالفت ثقات ☆شہرت تساہل ☆شہرت قبول تلقین ☆نسیان

جرح وتعدیل وہی معتبر ہے جو ائمہ فن سے بغیر کسی تعصب یا بے جا حمایت کے ساتھ منقول ہو، البتہ تعدیل مبہم کا اعتبار ہوگا کہ وجوہ عدالت بیان کئے بغیر ثقہ وغیرہ کہنا، کیونکہ وجوہ عدالت کثیر ہیں جن کا احاطہ ایک وقت میں ممکن نہیں۔

البتہ جرح مبہم غیر مفسر معتبر نہیں، کہ اسباب جرح اتنے زائد نہیں کہ ان کے شمار میں دشواری ہو۔ نیز اسباب جرح میں اختلاف ہے، ہوسکتا ہے ایک سبب کسی کے نزدیک معتبر ہو اور دوسروں کے یہاں نہ ہو۔

لہذا ابن صلاح نے تصریح کی کہ فقہ واصول میں یہ ہی طے ہے، اور خطیب نے ائمہ نقاد کا یہی مذہب بتایا اور اسی پر عمل ہے۔(۱۱۵)

خیال رہے کہ جن علماء وفقہاء کو امت نے مقتدا بنالیا ان پر کسی کی تنقید وجرح منقول نہیں۔(۱۱۶)

الفاظ جرح اور ان کے مراتب

ادنی سے اعلیٰ کی طرف

۱۔ جو نرمی، تساہل اور لاپرواہی پر دلالت کریں۔ جیسے:

☆لین الحدیث ☆فیہ مقال ☆وغیرہا

۲۔ جو عدم احتجاج یا اس کے مثل مفہوم پر دال ہوں۔ جیسے:

☆فلاں لایحتج ☆ضعیف ☆لہ مناکیر ☆وغیرہا۔

۳۔ عدم کتابت یا اس کے مثل کی تصریح۔ جیسے:

☆فلان لایکتب حدیثہ ☆لاتحل الروایۃ عنہ ☆ضعیف جدا

☆واہ بمرۃ ☆ردحدیثہ ☆طرحوا حدیثہ

وغیرہا۔

۴۔ وہ الفاظ جو اتہام کذب پر دال ہوں۔ جیسے:

☆ فلان متہم الکذب، ☆ متہم بالوضع ☆ یسرق الحدیث

☆ ساقط ☆ متروک ☆ لیس ثقة

☆ ذاہب الحدیث وغیرہا۔

۵۔ وہ الفاظ جو صاف صاف جھوٹ پر دال ہوں۔ جیسے:

☆ کذاب ☆ دجال ☆ وضاع ☆ یکذب

☆ یضع وغیرہا۔

۶۔ وہ الفاظ جو جھوٹ میں مبالغہ پر دلالت کریں۔ جیسے:۔

☆ اکذب الناس ☆ الیہ المنتہی فی الکذب ☆ رکن الکذب

وغیرہا ۔

پہلے دو مراتب کی احادیث متابع اور شاہد میں کام آتی ہے۔ باقی قطعا مردود و غیر مقبول ہیں۔

الفاظ تعدیل اور ان کے مراتب

اعلیٰ سے ادنی کی طرف

۱۔ وہ الفاظ جو ثقاہت اور اعتماد میں مبالغہ پر دال ہوں۔ جیسے:

☆ فلان الیہ المنتہی فی التثبت ☆ فلان اثبت الناس ☆ لا احد اثبت عنہ

وغیرہا۔

۲۔ وہ الفاظ جو ثقاہت کے بیان میں مکرر آئیں۔ جیسے:

☆ ثقۃ ثقۃ ☆ ثقۃ ثبت وغیرہا۔

۳۔ وہ الفاظ جو بلا تاکید ثقاہت پر دال ہوں۔ جیسے:

☆ ثقہ ☆ حجۃ ☆ متقن ☆ عدل

وغیرہا۔

۴۔ وہ الفاظ جو صرف عدالت کا ثبوت دیں، ضبط سے تعلق نہ ہو۔ جیسے:

☆صدوق ☆محلّہ الصدق ☆مامون ☆خیار

وغیرہا۔

۵۔ وہ الفاظ جو جرح وتعدیل کچھ نہ بتائیں۔جیسے:۔

☆فلان شیخ وغیرہا۔

۶۔ وہ الفاظ جو جرح سے قرب کو ظاہر کریں، جیسے:

☆فلان صالح الحدیث ☆یکتب حدیثہ وغیرہا۔

پہلے تین مراتب کی حدیث حجت ہے، چہارم پنجم کو پہلے کے موافق پائیں تو قبول کریں گے ورنہ نہیں۔ ششم کو متابع اور شاہد کے لئے لایا جائے گا۔

معرفت رواۃ

راویان حدیث کی شخصیات اور ان کے حالات زندگی کا علم ایک اہم چیز ہے کہ جب تک کسی شخصیت کے بارے میں علم نہ ہوگا اس کے مقبول وغیر مقبول ہونے کا فیصلہ نہ ہو سکے گا۔ چونکہ یہ کام محدثین وائمہ فن کر چکے اور فیصلہ کر کے ہمارے لئے کتابیں تحریر فرمادیں۔اس سلسلہ مین ائمہ فن نے جرح وتعدیل کی کتابیں اور مستقلا علیحدہ علیحدہ عنوانات پر بھی کام کیا۔بعض اہم علوم وعنوان اس طرح پیش کئے گئے ہیں۔

☆معرفت صحابہ ☆معرفت تابعین ☆معرفت برادران وخواہران

☆معرفت متشابہ ☆معرفت مہمل ☆معرفت متفق ومفترق

☆معرفت مبہمات ☆معرفت وحدان ☆معرفت موتلف ومختلف

☆معرفت القاب ☆معرفت تواریخ رواۃ ☆معرف طبقات علماء ورواۃ

☆معرفت مذکورین باسماء باصفات مختلفہ ☆معرفت موالی

☆معرفت اسماء مشہورین بکنیات ☆معرفت نسبت خلاف ظاہر

☆معرفت اسماء مفردہ وکنیت والقاب ☆معرفت خلط کنندگان از ثقات

☆معرفت رواۃ ثقات وضعفاء ☆معرفت اوطان وممالیک رواۃ

☆معرفت منسوبین ، بسوئے غیر پدر ☆معرفت اکابر رواۃ از اصاغر

☆معرفت روایت پدراں از پسراں ☆معرفت روایت پسراں از پدراں

یہ اور ان جیسے علوم کے مجموعہ کو علم اسماء الرجال کہتے ہیں اور ان راویان حدیث کے حالات کتابوں میں مذکور ہیں۔

☆ طبقات مشاہیر الاسلام :۔ مصنفہ امام ذہبی ۳۵ ؍ جلدوں میں ہے اور اس میں ایک ہجری سے ۷۰۰ھ تک کے تمام ایسے اشخاص کا احاطہ کرلیا گیا ہے۔

☆ تذکرۃ الحفاظ :۔ یہ بھی آپ کی تصنیف ہے۔ اور اس میں ۷۰۰ ھ سے کچھ آگے کے حالات بھی مرقوم ہیں۔

علامہ ابن حجر کی لسان المیز ان نویں صدی تک کا احاطہ کرتی ہے اور امام سیوطی کی ''ذیل'' میں ۱۰۱۰ھ تک کے مشاہیر کا تذکرہ ہے۔

جرح وتعدیل کا زیادہ تر سلسلہ متون حدث کی تالیف کے آخری عہد یعنی امام بیہقی م۴۵۸ھ کے عہد تک رہا ہے، پھر چونکہ احادیث کے اصل ومعتمد تمام مجموعے تصنیف کئے جا چکے تھے اس لئے اس کے بعد رواۃ کے حالات کو جمع کرنے کا نہ اہتمام کیا گیا اور نہ ہی اس کی ضرورت رہ گئی تھی۔ لہذا اب کتابوں کی طرف ہی رجوع ہوتا ہے۔

معرفت صحابہ

صحابی: وہ شخص جس نے حالت ایمانی میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ملاقات کا شرف حاصل کیا اور اسلام پر ہی انتقال ہوا۔ خواہ اس نے حضور کو دیکھنے کا قصد کیا ہو یا نہیں۔ یا صرف حضور نے اس پر نظر ڈالی ہو۔ نیز معاذ اللہ ایمان سے پھر گیا اور اسلام لے آیا اور حضور سے ملاقات دوبارہ ہوگئی ان تمام صورتوں میں صحابی ہی شمار ہوگا۔

جمہور اہل سنت کے نزدیک تمام صحابہ چھوٹے ہوں یا بڑے حضور سے شرف ملاقات کے سبب سب عادل ومعتمد ہیں۔

مکثرین صحابہ: صحابۂ کرام میں جو حضرات ایسے ہیں جن سے کثیر تعداد میں احادیث مروی ہیں

ان کومکثرین صحابہ کہا جاتا ہے۔ ایسے حضرات وہ ہیں جن کی مرویات کی تعداد ایک ہزار سے متجاوز ہے۔

۱۔	حضرت ابوہریرہ	۵۳۷۴	۲۔	حضرت عبداللہ بن عمر	۲۶۳۰
۳۔	حضرت انس بن مالک	۲۲۸۶	۴۔	ام المومنین عائشہ صدیقہ	۲۲۱۰
۵۔	حضرت عبداللہ بن عباس	۱۶۶۰	۶۔	حضرت جابر بن عبداللہ	۱۵۴۰

ابن کثیر نے حضرت ابوسعید خدری کو بھی مکثرین میں شمار کیا ہے اور ان کی مرویات کو ۱۱۷۰ بتایا ہے۔ اسی طرح عبداللہ بن مسعود اور عبداللہ بن عمرو بن العاص کو بھی ان میں ہی شمار کیا ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم

مفسرین صحابہ: صحابہ کرام کی ایک جماعت کو علم تفسیر میں خاص مقام حاصل تھا۔ یہ مندرجہ ذیل ہیں:۔

حضرت ابوبکر صدیق — حضرت عمر فاروق اعظم
حضرت عثمان غنی — حضرت علی المرتضیٰ
حضرت عبداللہ بن مسعود — حضرت ابی بن کعب
حضرت زید بن ثابت — حضرت عبداللہ بن عباس
حضرت عبداللہ بن زبیر — حضرت ابوموسیٰ اشعری

رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

مفتیان صحابہ: صحابۂ کرام میں ایک ایسی جماعت بھی تھی جو مرجع فتاوی رہی۔

حضرت عمر فاروق اعظم — حضرت علی مرتضیٰ
حضرت ابی بن کعب — حضرت زید بن ثابت
حضرت ابودرداء — حضرت ابن مسعود
حضرت ابن عمر — حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

مولفین صحابہ: بعض اوقات تحریر وتصنیف میں مشغول رہنے والے صحابہ کرام بھی تھے،ان کے صحیفوں اور اسماء کی تفصیل تدوین حدیث میں ملاحظہ فرمائیں۔

تعداد صحابہ: صحابہ کرام کی قطعی تعداد تو معین نہیں۔ پھر بھی محتاط اندازے کے مطابق یہ تعداد ایک لاکھ سے متجاوز ہے۔

امام ابوزرعہ رازی فرماتے ہیں: حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے بعد ایک لاکھ چودہ ہزار صحابۂ کرام چھوڑے۔ ان میں صرف دس ہزار صحابۂ کرام کے حالات ہی کتابوں میں نقل ہوئے۔

افاضل صحابہ: باتفاق اہل سنت افضل ترین صحابہ میں سیدنا صدیق اکبر، پھر فاروق اعظم، پھر عثمان غنی، پھر علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ہیں۔

ان کے بعد عشرہ مبشرہ، پھر اصحاب بدر واحد، پھر اہل بیت رضوان پھر اہل فتح مکہ۔ باعتبار روایت حدیث سب کو ایک طبقہ میں شمار کیا جاتا ہے۔

معرفت تابعین

تابعی: وہ شخص جو حالت اسلام میں کسی صحابی سے ملاقات کریں اور اسلام پر ہی ان کا وصال ہوا۔ ان کے مختلف طبقات ہیں۔

علامہ ابن حجر نے ان کے چار طبقات بتائے ہیں:۔

افضل ترین تابعی: اس سلسلہ میں مختلف اقوال ہیں:۔

نزد اہل مدینہ	حضرت سعید بن مسیب
نزد اہل کوفہ	حضرت اویس قرنی
نزد اہل بصرہ	حضرت حسن بصری

فقہائے سبعہ: مدینہ منورہ کے اکابر تابعین میں باعتبار فقہ وفتاوی ان سات حضرات کو امتیازی مقام حاصل تھا۔

سعید بن مسیّب	قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق
عروہ بن زبیر	خارجہ بن زید بن ثابت
سلیمان بن یسار	ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف

عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود

بعض نے ساتواں سالم بن عبداللہ بن عمر کو بتایا ہے۔

مخضرمین

وہ حضرات جنہوں نے اسلام اور جاہلیت دونوں زمانوں کو پایا لیکن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے شرف ملاقت حاصل نہ ہوا۔ خواہ وہ عہد نبوی میں مسلمان ہوئے یا بعد میں۔ ان کو مخضرمین کہا جاتا ہے اور ان کا شمار کبار تابعین میں ہوتا ہے۔

اتباع تابعین

وہ حضرات جنہوں نے بحالت ایمان کسی تابعی سے ملاقات کی ہو اور اسلام پر ہی ان کا خاتمہ ہوا ہو، یہ حضرات تابعین کے تلامذہ و مستفیدین ہیں ان کے بھی متعدد طبقات ہیں۔

صحابہ، تابعین تبع تابعین اور ان سے استفادہ کرنے والے حضرات کو علامہ ابن حجر عسقلانی نے بارہ طبقات میں پیش کیا ہے۔

۱۔ تمام صحابۂ کرام

۲۔ کبار تابعین جیسے سعید بن مسیّب

۳۔ اوساط تابعین جیسے حسن بصری، محمد بن سیرین

۴۔ طبقہ ثالثہ سے متصل کہ اکثر روایت کبار تابعین سے کرتے ہیں جیسے:۔ امام زہری

۵۔ اصاغر تابعین جیسے امام اعظم، امام اعمش

۶۔ معاصرین اصاغر جیسے ابن جریج

۷۔ کبار تبع تابعین جیسے امام مالک، امام ثوری

۸۔ اوساط تبع تابعین جیسے سفیان ابن عینیہ، اسماعیل ، بن علیہ

۹۔ اصاغر تبع تابعین جیسے امام شافعی ،ابوداؤد طیالسی، عبدالرزاق صنعانی

طبقہ تاسعہ سے ملاصق جن کی کسی تابعی سے ملاقات نہ ہو۔

۱۰۔ اولی جیسے امام احمد بن حنبل

۱۱۔ وسطی جیسے امام بخاری، امام مسلم، امام ذہلی

۱۲۔ صغری جیسے امام ترمذی

انواع کتب حدیث

احادیث کی کتب مختلف انداز پر مرتب کی گئیں اور ہر قسم کو علیحدہ نام سے موسوم کیا گیا ہے لہذا ان کی معرفت بھی ضروری ہے، انواع واقسام مندرجہ ذیل ہیں:۔

۱۔ جامع: حدیث کی اس کتاب کو کہتے ہیں جس میں آٹھ چیزوں کا بیان ہو۔

☆سیر ☆آداب ☆تفسیر ☆عقائد

☆فتن ☆احکام ☆اشراط ☆مناقب

جیسے: ☆جامع بخاری ☆جامع ترمذی

مسلم شریف پر بعض حضرات قلت تفسیر کی بنا پر جامع کا اطلاق نہیں کرتے ، اور بعض نے قلت کو نظر انداز کر کے اطلاق کیا ہے، جیسے شیخ مجد الدین شیرازی۔

۲۔ سنن: حدیث کی وہ کتاب جس کی ترتیب ابواب فقیہ کے اعتبار سے ہو اور صرف احادیث احکام ذکر کی جائیں۔

جیسے: ☆سنن ابوداؤد ☆سنن نسائی ☆سنن ابن ماجہ

۳۔ مسند: حدیث کی وہ کتاب جس میں ہر صحابی کی روایات علیحدہ جمع کی جائیں، راویوں کی ترتیب کبھی باعتبار فرق مراتب ہوتی ہے اور کبھی باعتبار اسماء حروف تہجی کی ترتیب پر۔

جیسے۔ ☆مسند امام احمد ☆مسند ابوداؤد طیالسی

۴۔ **معجم**: حدیث کی وہ کتاب جس میں راویان حدیث کی ترتیب حروف تہجی پر احادیث جمع کی گئی ہوں، خواہ وہ راوی مصنف کے اپنے شیوخ ہوں یا صحابۂ کرام۔

جیسے:۔امام طبرانی کی معاجیم ثلاثہ۔

۵۔ **مستدرک**: حدیث کی وہ کتاب جس میں کسی خاص کتاب کے مصنف کی رعایت کردہ شرائط کے مطابق رہ جانے والی احادیث کو جمع کیا گیا ہو۔

جیسے:۔امام حاکم کی مستدرک

۶۔ **مستخرج**: حدیث کی وہ کتاب جس میں کسی دوسری کتاب کی احادیث کو اپنی ایسی سند سے روایت کرنا جس میں اس مصنف کا واسطہ نہ آتا ہو۔

جیسے: مستخرج اسماعیلی علی البخاری مستخرج ابی عوانۃ علی مسلم

۷۔ **جزء**: حدیث کی وہ کتاب جس میں کسی ایک راوی کی روایات، یا کسی ایک موضوع پر احادیث جمع کی جائیں۔

جیسے: جزء رفع الیدین للبخاری

۸۔ **افراد و غرائب**: حدیث کی وہ کتاب جس میں کسی ایک محدث کے تفردات کو جمع کیا گیا ہو۔

جیسے:۔☆غرائب مالك ☆کتاب الافراد للدارقطنی

۹۔ **جمع**: حدیث کی وہ کتاب جس میں چند کتب حدیث کی روایتوں کو بحذف سند و تکرار ذکر کیا گیا ہو۔

جیسے:۔ الجمع بين الصحيحين للحميدی

۱۰۔ **زوائد**: حدیث کی وہ کتاب جس میں کسی کتاب کی صرف وہ احادیث ذکر کردی جائیں جو کسی دوسری کتاب سے زائد ہیں۔

جیسے:۔مصباح الزجاجة فی زوائد ابن ماجه للبوصیری۔

اس میں وہ احادیث مذکور ہیں جو باقی صحاح ستہ میں نہیں،۔

۱۱۔ **اطراف:** وہ کتاب جس میں احادیث کا صرف ایک حصہ ذکر کیا جائے اور پھر اس حدیث کی کل یا بعض سندوں کا ذکر کیا جائے۔

جیسے:۔ تحفة الاشراف بمعرفة الاطراف للمزنی۔ متوفی ۷۴۲ھ

۱۲۔ **مفہرس:** وہ کتاب جس میں کسی ایک یا چند کتابوں کی احادیث کی فہرست دیدی جائے جس سے حدیث معلوم کرنا آسان ہو جائے،

جیسے:۔المعجم المفهرس لالفاظ الحديث النبوى ☆مفتاح كنوز السنة

۱۳۔ **مصنف وموطا:** حدیث کی وہ کتاب جس میں ترتیب ابواب فقہ پر ہو اور احادیث مرفوعہ کے ساتھ موقوف ومقطوع احادیث بھی مذکور ہوں۔

جیسے:۔ المصنف لعبد الرزاق المصنف لابن ابی شیبة

المؤطا لمالك كتاب الآثار لابى يوسف

۱۴۔ **اربعین:** حدیث کی وہ کتاب جس میں کسی خاص موضوع یا متعدد موضوعات پر چالیس احادیث جمع کی گئی ہوں۔

جیسے:۔ الاربعين لاحمد الاربعين للنووى۔

۱۵۔ **غریب الحدیث:** وہ کتاب جس میں احادیث کریمہ کے کلمات کے لغوی اور اصطلاحی معنی بیان کئے جائیں۔

جیسے:۔ النهاية فى غريب الحديث لابن الاثير۔

مجمع بحار الانوار فى غرائب التنزيل و الآثار للفتنى

۱۶۔ **علل:** وہ کتاب ہے جس میں ایسی احادیث ذکر کی جائیں جن کی سند میں کلام ہوتا ہے۔

جیسے:۔ العلل للترمذى، كتاب العلل لابن ابى حاتم

۱۷۔ **موضوعات:** وہ کتاب جس میں موضوع احادیث کو جمع کیا جائے اور اصل حدیث موضوع کو ممتاز کر دیا جائے۔

جیسے:۔ الموضوعات لابن الجوزی الموضوعات الکبری للقاری

اللآلی المصنوعة فی الاحادیث الموضوعة

۱۸۔ مشہورہ: وہ کتاب جس میں ایسی احادیث کی تحقیق کی جائے جو عام طور پر مشہور اور زبان زد خاص وعام ہیں۔

جیسے:۔ المقاصد الحسنة للسخاوی

۱۹۔ تعلیقہ: وہ کتاب جس میں احادیث کی سند کو حذف کر دیا جائے اور اصل متن ذکر کیا جائے۔

جیسے:۔ المصابیح للبغوی المشکوٰۃ للتبریزی

جمع الجوامع للسیوطی جمع الفوائد للمغربی

۲۰۔ ترغیب وترہیب: وہ کتاب جس میں ایسی احادیث جمع کی جائیں جن کا تعلق عقائد و اعمال میں ترغیب اور ان سے غفلت پر ترہیب سے ہو۔

جیسے:۔ الترغیب و الترھیب للمنذری ترغیب الصلوٰۃ للبیھقی

۲۱۔ مشیخہ: وہ کتاب جس میں کسی شیخ کی مرویات کو جمع کر دیا جائے خواہ وہ کسی موضوع سے متعلق ہوں۔

جیسے:۔ المشیخة لابن شاذان المشیخة لابن البخاری

المشیخة لابن القاری

۲۲۔ اذکار: وہ کتاب جس میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے منقول دعائیں جمع کی جائیں۔

جیسے:۔ الاذکار للنووی الحصن الحصین للجزری

۲۳۔ ناسخ ومنسوخ: وہ کتاب جس میں ناسخ ومنسوخ احادیث بیان کی جائیں۔

جیسے:۔ کتاب الاعتبار فی الناسخ و المنسوخ من الآثار للحازمی

۲۴۔ اوائل: وہ کتاب جس میں احادیث کو حروف تہجی کی ترتیب پر جمع کیا جائے۔

جیسے:۔ الجامع الصغیر للسیوطی الفردوس للدیلمی

۲۵۔شرح الآثار: وہ کتاب جس میں ایسی احادیث بیان کی جائیں جو آپس میں متعارض ہیں، اور پھر اس تعارض کو اٹھایا جائے۔

جیسے:۔ شرح معانی الآثار للطحاوی

۲۶۔تفسیر ماثور: وہ کتاب جس میں ایسی احادیث جمع کی جائی جو آیات قرآنیہ کی تفسیر سے متعلق ہیں۔

جیسے:۔ جامع البیان للطبری الدر المنثور للسیوطی

۲۷۔صحیح: حدیث کی اس کتاب کو کہتے ہیں جس کے مصنف نے صرف احادیث صحیحہ کو بیان کرنے کا التزام کیا ہو۔

جیسے:۔ الصحیح للبخاری الصحیح لمسلم

۲۸۔رسالہ: حدیث کی وہ کتاب جس میں جامع کے عناوین میں سے کسی ایک عنوان کے تحت احادیث جمع کی جائیں ۔

جیسے:۔ کتاب الزھد لاحمد

۲۹۔امالی: جس کتاب میں شیخ کے املاء کراتے ہوئے فوائد حدیث ہوں۔

جیسے:۔ الامالی لمحمد

۳۰۔تخریج: وہ کتاب جس میں کسی دوسری کتاب کی احادیث کی سند اور حوالہ درج کیا جائے

جیسے:۔ نصب الرایۃ للزیلعی ؛ التلخیص الحبیر لابن حجر

اور جیسے راقم الحروف کی ترتیب وپیش کش

المختارات الرضویہ من الاحادیث النبویہ والآثار المرویۃ المعروف بجامع الاحادیث فی عشرۃ مجلدات۔

عصر حاضر میں تخریج کا عام طریقہ یہ ہے کہ کسی حدیث کے تعلق سے ان کتابوں کے اسماء، باب، جلد، صفحہ، مطبع، اور دیگر ضروری چیزوں کی نشاندہی کی جاتی ہے جس سے اصل کی

طرف رجوع میں آسانی پیدا ہو جاتی ہے۔ قدیم طرز پر صرف کتاب اور راوی کا نام ضروری ہوتا تھا، بایں معنی امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ نے اپنی تصانیف میں پیش کردہ اکثر احادیث کی تخریج خود کردی ہے، لہذا اس دور کے لحاظ سے جدید طرز پر ضرورت تھی جس کے لئے راقم الحروف کی کاوش جامع الاحادیث مکمل دس جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔ تفصیل کچھ اس طرح ہے:

امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ نے اپنی تصانیف میں جن احادیث کو بطور استدلال پیش فرمایا ہے وہ آپ کی کتابوں میں بکھری ہوئی ہیں، جہاں جس مسئلہ سے متعلق ضرورت پیش آئی ان کو نقل فرمایا، ہم نے تمام احادیث کو آپ کی ان تمام تصانیف سے جو ہم کو اب تک دستیاب ہوئیں جن کی تعداد تین سو کے قریب ہے نقل کیا، پھر ان کو ابواب فقہیہ پر مرتب کیا، جن احادیث کا ترجمہ نہیں تھا ترجمہ کیا، ایسے مقام پر مرتب اور حد کا اشاریہ قائم کرتے ہوئے (۱۲م) لکھ دیا، اور جن احادیث کا ترجمہ اعلیٰ حضرت نے لکھا اور متن کی ضرورت ان کو پیش نہ آئی ہم نے کتاب کو مستقل اور یکساں بنانے کیلئے اصل کتابوں سے وہ احادیث لکھیں اور ترجمہ کو ان متون کے ساتھ ضم کر دیا۔ اعلیٰحضرت کی جس کتاب سے ہم نے حدیث اخذ کی اس کا حوالہ وہیں لکھ دیا۔ پھر حدیث کے حوالہ میں جن کتابوں کی نشاندہی اعلیٰحضرت نے کی تھی اگر وہ کتابیں ہمارے پاس موجود تھیں تو جلد وصفحہ کی وضاحت کرتے ہوئے نیچے حدیث نمبر کے مطابق لکھ دیا، اور جو کتابیں نہیں تھیں ان کے اسماء کو حذف کر دیا، البتہ کثیر حوالے وہ بھی ہیں جو ہم نے اصل پر زیادہ کئے۔ اسی لئے بعض مقامات پر چالیس کتابوں کے حوالے بھی آپ کو ملیں گے۔ پھر تمام مآخذ ومراجع کی فہرست آخر میں لکھ دی ہے جس میں مطبع کی وضاحت بھی کر دی گئی ہے۔

روایت حدیث کے طریقے

روای حدیث روایت کے وقت جو الفاظ بولتا ہے ان کو طرق تحمل حدیث کہتے ہیں۔ ان کو آٹھ حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

ا۔ سماع وتحدیث: راوی سنے اور شیخ اپنے حافظہ یا کتاب سے حدیث بیان کرے تو ایسی

احادیث کو روایت کرتے وقت راوی مندرجہ ذیل الفاظ ادا کرتا ہے۔

سمعت حدثنی یہ اس وقت جب کہ بوقت سماع راوی تنہا تھا۔

سمعنا حدثنا یہ اس وقت جب کہ بوقت سماع راوی کے ساتھ دوسرے ساتھی بھی تھے۔

تمام کلمات ادا میں 'سمعت' کا مقام سب پر فائق ہے۔

۲۔ اخبار و قرأت: راوی پڑھے اور شیخ سنتا رہے اس وقت یہ الفاظ بولے جاتے ہیں۔

قرأت علیه اخبرنی اس وقت جبکہ راوی تنہا ہو

قرأنا علیه اخبرنا اس وقت جب کہ راوی کے ساتھ دوسرے بھی ہوں۔

اس صورت میں راوی قرئ علیه و انا اسمع بھی کبھی استعمال کرتا ہے۔

۳۔ انباء: متقدمین کے یہاں یہ لفظ بمعنی اخبار بولا جاتا تھا لیکن متاخرین اس کو اجازت کے معنی میں استعمال کرتے ہیں۔

لہذا شیخ اپنی سند سے روایت کرنے کی اجازت دیدے خواہ راوی نے اس سے وہ حدیث سنی ہو یا نہیں۔ لہذا راوی کہتا ہے۔

☆انبأنی ☆اجازنی

۴۔ اجازت: شیخ اپنی سند سے روایت کرنے کی اجازت دیدے اس کی چند صورتیں ہیں۔

مشافہہ:- شیخ اپنی زبان سے روایت کرنے کی اجازت دے۔

مکاتبہ:- شیخ اپنی تحریر سے اجازت دے۔

مناولہ:- شیخ اپنی کتاب اصل خواہ نقل شاگرد کو دے یا شاگرد خود نقل کر کے استاذ کے سامنے پیش کر دے، پھر شیخ کہے میں اس کتاب کو فلاں سے روایت کرتا ہوں، یہ سب سے اعلیٰ صورت ہے۔

۵۔ وجادت: کسی کی کتاب سے استفادہ کرنا اور اس کی تحریر و دستخط وغیرہ کی شناخت سے اس

کتاب کی روایت کرنا جبکہ یہ مجاز ہو۔ اجازت نہ ہونے کی صورت میں" وجدت بخط فلان" وغیرہ الفاظ کے ذریعہ ہی روایت درست ہوگی۔

۶۔ وصیت: شیخ اپنی وفات یا سفر سے قبل اپنی کسی کتاب یا چند کتابوں سے روایت کرنے کا حق دوسروں کو منتقل کردے۔ اس صورت میں "وصانی۔ اخبرنی وصیة" کے الفاظ ادا کئے جاتے ہیں۔

۷۔ اعلام: شیخ اپنے کسی تلمیذ کو بتادے کہ میں فلاں کتاب کو فلاں سے روایت کرتا ہوں، اس صورت میں روایت اسی وقت جائز جبکہ شیخ کی طرف سے یہ تلمیذ اجازت یافتہ ہو۔

۸۔ عنعنہ: لفظ "عن" سے روایت کی جائے، اسی صورت میں یہ الفاظ بھی ہیں۔

☆قال ☆ذکر ☆روی

لفظ "عن" سے جو روایت کی جاتی ہے اس کو معنعن کہتے ہیں اور اس فعل کو عنعنہ۔

یہ دو شرطوں کے ساتھ سماع پر محمول ہوتا ہے۔

۱۔ راوی اور مروی عنہ میں معاصرت ہو۔

۲۔ راوی مدلس نہ ہو

پھر تیسری شرط کے بارے میں اختلاف ہے۔

امام بخاری لقاء کو شرط قرار دیتے ہیں اور امام مسلم اس کے سخت مخالف ہیں۔

مراتب ارباب حدیث

طالب ...... حدیث کا متعلم

شیخ .... حدیث کا معلم، اس کو محدث بھی کہتے ہیں

حافظ .... جس شیخ کو ایک لاکھ احادیث متناً و سنداً مع احوال رواۃ یاد ہوں

حجت .... جس شخص کو تین لاکھ احادیث متناً و سنداً مع جرح و تعدیل محفوظ ہوں

حاکم .... جس شخص کو تمام احادیث مرویہ متناً وسنداً جرحاً وتعدیلاً محفوظ ہوں

طبقات کتب حدیث

کتب حدیث کی صحت، شہرت اور مقبولیت کے اعتبار سے شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے عجالہ نافعہ میں چار طبقات ذکر کئے ہیں۔ ان کی تلخیص واختصار اس طرح ہے۔

طبقۂ اولیٰ:۔ وہ کتابیں جو شہرت مقبولیت اور صحت تینوں اوصاف میں سب پر فائق ہوں، یہ تین کتابیں ہیں،

☆ صحیح بخاری ☆ صحیح مسلم ☆ موطا مالک

طبقۂ ثانیہ: وہ کتابیں جو مذکورہ تینوں اوصاف میں مندرجہ بالا کتب کے ہم پلہ تو نہیں البتہ ان سے قریب تر ہیں۔ یہ بھی تین کتابیں ہیں

☆ جامع ترمذی ☆ سنن ابی داؤد ☆ سنن نسائی

طبقۂ ثالثہ: وہ کتابیں جو صحاح ستہ مذکورہ کے مصنفین سے مقدم یا معاصر یا بعد میں ہوئے، فن حدیث میں امامت کے درجہ پر فائز تھے لیکن اپنی تصانیف میں صحت کا پورا اہتمام نہیں رکھا اور ضعیف روایت بکثرت آگئیں۔ جیسے:۔

☆ مسند شافعی ☆ سنن دارمی ☆ سنن ابن ماجہ ☆ مصنف عبدالرزاق
☆ سنن بیہقی ☆ تصانیف طبرانی ☆ سنن دار قطنی

طبقۂ رابعہ: وہ کتابیں جو متاخرین علماء نے تصنیف کیں اور ان کی روایت کردہ احادیث کا قرون اولیٰ میں ثبوت نہیں ملتا۔ اس کی دو وجہیں ہوسکتی ہیں۔ یا تو ان کو ان احادیث کی اصل نہیں ملی، اور یا ان روایات میں کوئی علت خفیہ دیکھ کر ان کو ترک کردیا۔ جیسے:۔

دیلمی، ابونعیم اور ابن عساکر کی تصانیف۔

کتب احادیث کے طبقات کی یہ ایک اجمالی فہرست ہے، ان کے درمیان دوسرے

طبقات بھی ہو سکتے ہیں، جیسے بعض کتب میں احادیث صحیحہ تو وافر ہیں لیکن ان کو عام شہرت و مقبولیت حاصل نہ ہوسکی۔ جیسے صحیح ابن خزیمہ، صحیح ابن حبان۔ وغیرہا۔

اسی لئے شاہ محدث دہلوی نے اپنی دوسری کتاب ''ما یجب حفظه للناظر'' میں پانچ طبقات بیان کئے ہیں۔ غرض کہ تمام کتابوں کا استیعاب واحاطہ مقصود نہیں اور نہ یہ مطلب کہ ان کے علاوہ تمام کتابیں غیر معتبر ہیں۔
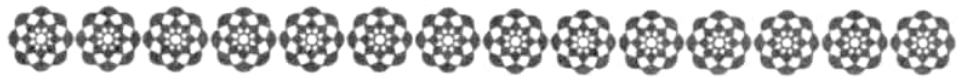
مآخذ ومراجع

۱۔ القرآن الکریم الحجرات ٦

۲۔ السنن لا بن ماجه باب من بلغ معلما ۱/۲

۳۔ الحدیث و المحدثون ٤٩٠

٤۔

٥۔ المسند لا حمد بن حنبل ٣/٥

٦۔ مقدمه ابن صلاح ٢٢

٧۔ تدریب الراوی للسیوطی ١/١٨٥

٨۔ مقدمه ابن صلاح ٢٢

٩۔ الجامع الصحیح للبخاری کتاب التیمم ١/٨٢

١٠۔ ١/١٥٧

١١۔ حلیة الاولیاء لا بی نعیم ٢/٩٦

١٢۔ تدریب الراوی للسیوطی ١/١٩٤

١٣۔ المؤطا لمالك ٧٨

١٤۔ تدریب الراوی للسیوطی ٢/١٧٦

١٥۔ المسند لا حمد بن حنبل ٤/١٠٠

۷۰۔ العجالۃ النافعہ ۷۱
۷۱۔ میزان الاعتدال للذہبی، ۲۲۳/۱
۷۲۔ " " " ۲۲۹/۱
۷۳۔ السنن لابن ماجہ ۲۳۹/۲
۷۴۔ تدریب الراوی للسیوطی ۲۵۱/۱
۷۵۔ الجامع للترمذی،تفسیرسورۃ الفرقان ۱۴۹/۲
۷۶۔ السنن لابی داؤد باب رفع الیدین فی الصلوۃ
۷۷۔ المؤطا لمالک، ۳۶۵
۷۸۔ " " ۳۶۵
۷۹۔ حاشیہ نذھۃ النظر ۶۱
۸۰۔ " " ۶۲
۸۱۔ الجامع الصحیح للبخاری باب غسل الاعقاب ۲۸/۱
۸۲۔ الصحیح لمسلم، باب وجوب غسل الرجلین ۱۲۵/۱
۸۳۔ " " " " " ۱۲۵/۱
۸۴۔ السنن الکبری للبیہقی، ۱۲۷/۲
۸۵۔ " " " ۱۲۷/۲
۸۶۔ الجامع الصحیح للبخاری کیف کان بدء الوحی ۲/۱
۸۷۔ مقدمہ ابن صلاح، ۴۵
۸۸۔ الصحیح لمسلم باب فضل اخفاء الصدقہ ۳۳۱/۱
۸۹۔ الجامع الصحیح للبخاری باب الصدقۃ بالیمین ۱۹۱/۱
۹۰۔ الجامع للترمذی باب فی کراہیۃ الوطی علی القبور ۱۲۵/۱
۹۱۔ الصحیح لملسم باب فی النہی عن الجلوس علی القبر ۳۱۲/۱
۹۲۔ السنن لابی داؤد باب کراہیۃ القعود علی القبر ۴۶۰/۲
۹۳۔ " " باب الخط اذا لم یجد عصا
۹۴۔ مقدمہ ابن صلاح ۴۵
۹۵۔ الجامع للترمذی، اب فی ان فی المال حقا سوی الزکوۃ ۸۴/۱
۹۶۔ السنن لابن ماجہ باب ما ادی زکوتہ لیس بکنز ۱۲۸/۱

۹۷۔ المعجم الاوسط للطبرانی، ۸/۳۷۵
۹۸۔ مقدمہ ابن صلاح ۱۴۰
۹۹۔ " " ۱۴۰
۱۰۰۔ " " ۱۴۱
۱۰۱۔ " " ۱۴۱
۱۰۲۔ دیباچہ بشیر القاری۔ مصنفہ صدر العلماء میرٹھی ۳۸
۱۰۳۔ " " " " " " ۳۸
۱۰۴۔ شرح نخبۃ الفکر ۳۹
۱۰۵۔ السنن لابی داؤد
۱۰۶۔ شرح نخبۃ الفکر ۴۰
۱۰۷ " " ۴۰
۱۰۸۔ دیباچہ بشیر القاری ۳۵
۱۰۹۔ الجامع للترمذی باب فی کراھیۃ یوم التشریق ۱/۹۶
۱۱۰۔ الصحیح لمسلم باب حکم ولوغ الکلب ۱/۱۳۷
۱۱۱۔ " " " " ۱/۱۳۷
۱۱۲۔ دیباچہ بشیر القاری ۳۶
۱۱۳۔ " " ۳۶
۱۴۔ " " ۳۸
۱۱۵۔ تدریب الراوی للسیوطی ۱/۳۰۸
۱۱۶۔ جامع بیان العلم لا بن عبد البر ۲۱۵

فہرست عنوانات

علم حدیث کی تاریخ پر تفصیلی دستاویز

تدوین حدیث

قرآن وحدیث شریعت اسلامیہ کی اساس و بنیاد ہیں، لہذا صحابہ کرام وتابعین عظام نے جس طرح قرآن کریم کی حفاظت کے لئے شب وروز جد و جہد فرمائی اسی طرح سنت وحدیث کی حفاظت کے لئے بھی تن دہی سے کام لیا۔ بعض صحابہ کرام نے خود اپنی روایت کردہ احادیث کو خود اپنے صحیفوں میں لکھ لیا تھا اور بعض نے اپنے تلامذہ کے ذمہ یہ کام سونپ دیا تھا، اس طرح بے شمار احادیث اسی زمانہ میں قید تحریر میں آگئی تھیں۔ لیکن جیسے جیسے زمانہ گذرتا گیا احادیث نبویہ میں جعل وتزویر کے خدشات رونما ہوتے گئے تو تابعین اور پھر تبع تابعین نے اس علم کی حفاظت کے لئے بیڑا اٹھایا اور کمر بستہ ہو کر اس میدان میں اتر آئے۔

پہلی صدی کے مجدد اعظم خلیفۂ راشد سیدنا حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالی عنہ نے دربار خلافت سے یہ فرمان جاری فرمایا کہ محافظین سنن اور حاملین احادیث نہایت دیانتداری سے اس علم کو مدون کریں کہ مجھے اس علم کے ضائع ہونے کا خطرہ ہو چلا ہے۔ لہذا امام المحدثین حضرت ابن شہاب زہری رضی اللہ تعالی عنہ اور ان کے رفقا و معاصرین نے اس علم کی حفاظت کے لئے لائق صد تحسین خدمات انجام دیں۔ پھر امام المجتہدین سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالی عنہ اور آپ کے تلامذہ امام ابو یوسف، امام عبداللہ بن مبارک، امام یحیی بن سعید قطان، امام محمد، اور امام حفص بن غیاث وغیرہم رضی اللہ تعالی عنہم نے علم حدیث کے الفاظ و معانی کی حفاظت میں وہ شاندار اور قابل قدر کارہائے نمایاں انجام دیئے کہ رہتی دنیا تک ان کے خوان علم سے اہل علم خوشہ چینی کرتے رہیں گے۔

یہ علم کن مراحل سے گذرا، ائمہ نے اس کو کس طرح پروان چڑھایا اور ہم تک کن منزلوں سے گذرتا ہوا پہونچا، ان تمام چیزوں کو جو جاننے کے لئے اس کتاب کو پڑھیں، عمدہ کاغذ، دیدہ زیب ٹائٹل اور خوبصورت کتابت وطباعت کے ساتھ یہ کتاب منظر عام پر آگئی ہے۔

سائز 23X36X16 صفحات 152

ناشر: امام احمد رضا اکیڈمی، صالح نگر بریلی شریف

IMAM AHMAD RAZA ACADEMY
RAMPUR ROAD SAWALEH NAGAR
BAREILLY (U.P.)